ماہنامہ
خالد
ربوہ
Digitized By Khilafat Library Rabwah
"پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار"
مجلس خدام الاحمدیہ
کا
سینتسواں ۳۷
سالانہ
اجتماع
۲۳-۲۴-۲۵/ اخاء ۱۳۶۰ ہش
اکتوبر ۱۹۸۱ء
کو
ربوہ میں منعقد ہو رہا ہے
انشاء اللہ
ارشاد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:-
امرائے اضلاع، مربیان اور معلّمین اجتماعات میں
مجالس کی سو فیصد نمائندگی کی بھرپور کوشش کریں
ہر شہر، قصبہ اور قریہ میں جا جا کر کوشش کریں کہ کوئی
مجلس نمائندگی سے محروم نہ رہے (الفضل ۲۱ ستمبر ۱۹۸۱ء)
ایڈیٹر
خالد مسعود
اکتوبر ۱۹۸۱ء

• پبلشر: مبارک احمد خالد ٭ پرنٹر: سید عبدالحی ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭
• مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد" دار الصدر جنوبی ربوہ ٭
• کتابت: نور الدین خوشنویس دار العلوم غربی ربوہ ٭ رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۸۲۰ ٭

درس

توبہ و استغفار

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ (ہود آیت ۴)

تم اپنے رب سے بخشش مانگو اور اس کی طرف سچا رجوع کرو۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"یاد رکھو کہ دو چیزیں اس اُمت کو عطا فرمائی گئی ہیں، ایک قوت حاصل کرنے کے واسطے دوسری حاصل کردہ قوت کو عملی طور پر دکھانے کے لئے۔ قوت حاصل کرنے کے واسطے استغفار ہے جس کو دوسرے لفظوں میں استمداد اور استعانت بھی کہتے ہیں۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ جیسے ورزش کرنے سے مثلاً مگدروں اور موگریوں کے اُٹھانے اور پھیرنے سے جسمانی قوت اور طاقت بڑھتی ہے اسی طرح رُوحانی مگدر استغفار ہے۔ اس کے ساتھ رُوح کو ایک قوت ملتی ہے اور دل میں استقامت پیدا ہوتی ہے جسے قوت لینی مقصود ہو وہ استغفار کرے۔ غفر ڈھانکنے اور دبانے کو کہتے ہیں۔ استغفار سے انسان اُن جذبات اور خیالات کو ڈھانپنے اور دبانے کی کوشش کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے روکتے ہیں۔ پس استغفار کے یہ معنیٰ ہیں کہ زہریلے مواد جو حملہ کرکے انسان کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اُن پر غالب آوے اور خدا تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کی راہ کی روکوں سے بچ کر انہیں عملی رنگ میں دکھائے۔"

(ملفوظات جلد دوم صہ ۶۷)

"پس اُٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو اور... تم خدا سے صلح کرلو، وہ نہایت درجہ کریم ہے۔ ایک دم کے گداز کرنے والی توبہ سے ستر برس کے گناہ بخش سکتا ہے اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی۔ یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے۔ ہمیشہ فضل بچاتا ہے نہ اعمال۔ اے خدائے کریم و رحیم ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین۔"

(لیکچر لاہور صہ ۳۹)

قوّتِ ارادی کو مضبوط کرنے کا نسخہ

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :-

"قوتِ ارادی کو مضبوط اور طاقتور بنانے کیلئے ایک نسخہ تجویز کرتا ہوں جس میں تیرہ دوائیں پڑتی ہیں۔ اور وہ دوائیں قرآنِ کریم اور احادیث سے ملتی ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ اِس آیت کو انسان وِرد میں لائے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَیں نے انسان کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ یعنی اپنا بندہ بننے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی پیدائش رائیگاں نہیں جاسکتی مَیں ضرور اس کا عبد بنوں گا اور ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ بنوں۔ وہ یہ خیال نہ کرے کہ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا، مَیں کچھ نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ اِس طرح نقشہ جمائے اور اس طرح تصوّر باندھے کہ گویا خدا تعالےٰ نے اُسے پکڑ کر کہا ہے کہ اُٹھ کام کر۔ یہ وہی بات ہے جسے صوفیاء مراقبہ کہتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان گردن ڈال کر بیٹھا رہے بلکہ یہ ہے کہ بار بار سوچے اور غور کرے کہ بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے عبد بننے کے لئے پیدا کرے اور مَیں کچھ اَور بن جاؤں۔

(۲) اِس آیت کے مضمون پر غور کرے کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بہترین طاقتیں دیکر بھیجا ہے۔ جو نیکی بھی کہ انسان کے لئے ممکن ہے وہ میرے لئے بھی ممکن ہے۔ اور جو بھی اعلیٰ درجہ حاصل ہونا ممکن ہے وہ میرے لئے بھی ممکن ہے پھر مَیں کس طرح گِر سکتا ہوں۔ اِس کا بھی خوب نقشہ جمائے اور بار بار اِس پر غور کرے۔

(۳) تیسرے اِس آیت کا وِرد کرے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ اور اِس رنگ میں اِس کا مفہوم سوچے اور اِسے ذہن میں نقش کرے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور وہ اُن باریک در باریک وساوس کو جانتا ہے جو دل میں پیدا ہوتے ہیں اور دل کو پراگندہ کر سکتے ہیں۔ حتّٰی کہ وہ انسان کے نفس سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔ نفس جب وسوسے پیدا کرتا ہے وہ جھٹ اس کو مٹا سکتا ہے۔ یہی بات خدا تعالیٰ نے اِس آیت میں بیان کی ہے اور بندہ کو تسلّی دی ہے کہ خوف کی کیا وجہ ہے، جبکہ وسوسوں کے سامان سے زیادہ قریب وجہ سے

مٹانے کے سامان ہیں۔

(۴) اس آیت پر غور کرے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اس کے متعلق اس طرح سوچے کہ مَیں مومن ہوں اور مومن کسی سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ میری قوتِ ارادی غالب نہ آئے۔ اسے اس قدر دوہرائے کہ قوتِ ارادی نفس پر غالب آجائے۔

(۵) یہ آیت پڑھا کرے اِنَّ عِبَادِیْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔ یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں پر شیطان کا قبضہ نہیں۔ وہ سوچے مَیں خدا تعالیٰ کا بندہ ہوں اور خدا تعالیٰ کے بندوں پر شیطان کا تسلّط نہیں ہو سکتا۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ بدی مجھ پر غالب آجائے۔

(۶) یہ آیت پڑھے۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اور یہ خیال کرے کہ مَیں خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ مَیں مومن ہوں اور مومن کو سوائے خدا کے کسی کا خوف نہیں ہو سکتا۔

(۷) اس آیت پر غور کرے۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ جو مومن ہوتا ہے اُس پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ہم تمہارے مددگار ہیں۔ پھر تم کیوں گھبراتے ہو۔

(۸) آیت وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ پڑھے اور سوچے مَیں مشکلات سے مایوس نہیں ہو سکتا۔ مایوسی موت ہے جسے قبول کرنے کے لئے مَیں تیار نہیں ہوں۔ اگر ارادہ نہیں مانتا تو مَیں اسے سیدھا کر کے چھوڑوں گا۔

(۹) یہ آیت زیرِ غور رکھے يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝ مَیں مطمئن ہوں اور غیر محدود امیدیں میرے سامنے کھڑی ہیں۔ پھر مجھے کیا گھبراہٹ ہو سکتی ہے جبکہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اور فرماتا ہے جا اس جنت میں داخل ہو جا جو کبھی برباد نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) حدیث يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ زیرِ نظر رہنی چاہیئے۔ اور سوچنا چاہیئے کہ مومن کے متعلق تو اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ اس کی قبولیت دُنیا میں پھیلائی جائے گی اور وہ ذلیل نہیں ہوگا۔ اس سے بھی قوتِ ارادی بڑھتی ہے۔

(۱۱) وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ کی آیت

پر غور کرتا ہوا یہ خیال کرے کہ سب ناکامیاں لالچ اور حرص سے پیدا ہوتی ہیں مگر مجھے کسی چیز کی حرص نہیں ہے۔ کیا پہلے ہی خدا نے میرے لئے سب کچھ نہیں بنا چھوڑا۔

(۱۲) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔

اس میں یہ سوچے کہ بدخیال، بدارادے اور بد تحریکیں میرے دل میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتیں کیونکہ میں اس اُمت میں سے ہوں جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کہ وہ کافروں کا اثر قبول نہیں کرتے بلکہ مومنوں کا اثر قبول کرتے ہیں۔

(۱۳) کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا وِرد کرے اور اس حدیث کو سوچے لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ وہ یہ خیال کرے کہ جو نیک ارادے میرے دل میں پیدا ہوتے ہیں، وہ دوسروں پر اثر کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے نیکوں کے پاس جاؤ۔ اگر میرا کسی پر اثر نہیں ہوتا تو پھر میں مومن نہیں ہو سکتا۔

(۱۴) اس بات پر غور کرے کہ خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرمایا ہے وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاِئنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ ہم نے نہ تجھے اور نہ کسی اور انسان کو ہمیشہ اس دُنیا میں رہنے کے لئے بنایا ہے۔ انسان خیال کرے کہ جب مجھے ہمیشہ اس دُنیا میں نہیں رہنا تو مجھے اپنے وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

ان چودہ باتوں سے قوّتِ ارادی کو وہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ جذبات واحساسات کو دبا لیتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ انسان ان باتوں پر پُورے طور پر غور و فکر کرے۔

("منہاج الطالبین" صفحہ ۱۰۳-۱۰۶)

ع اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل پیرا ہو کر اپنی استعدادوں اور صلاحیتوں کو کما حقہٗ بروئے کار لانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا تم ایسے برگزیدہ نبیؑ کے تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو؟ تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق و صفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں۔"

(مرسلہ: سلطان احمد مبشر)

قرآن اور سائنس

تین۳ سوالوں کا جواب

(محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب - ربوہ)

سوال نمبر۱- سیل (cell) زندگی کی بنیادی اکائی ہے کیا قرآن مجید میں زندگی کے حوالے سے سیل کا ذکر کہیں آیا ہے۔ کہ واقعی جس طرح ماہرین حیاتیات زندگی کی ابتداء cell بتاتے ہیں اسی طرح زندگی کی ابتداء ہوئی۔؟

سوال نمبر۲- اسی طرح غیر جاندار چیزوں کی ابتداء ایٹم سے ہوئی جس کو بنیادی ذرہ بتایا جاتا ہے کیا اس کا ذکر بھی کسی حوالے سے قرآن کریم میں موجود ہے۔؟

نوٹ: نمبر۲ سوال کے ساتھ ہی ایک تیسرے سوال کو بھی شامل کر لیا گیا ہے کہ کیا کائنات کا آغاز ایک عظیم دھماکے کی صورت میں اچانک ہوا جسے Big Bong کہا جاتا ہے۔؟

سوال نمبر۱

یہ درست ہے کہ اب تک کی تحقیق کے مطابق زندگی کا جو بنیادی ذرّہ دریافت ہوا ہے اور جو ہر قسم کی زندگی میں قدرِ مشترک رکھتا ہے۔ وہ ایک سیل (cell) ہے جو ڈی این اے (DNA) کے نام سے معروف ہے۔ لیکن یہ سوال کہ قرآن کریم میں اس کا نام لے کر ذکر آیا ہے کہ نہیں، دو وجہ سے بے معنی سوال بن جاتا ہے۔

اوّل تو یہ کہ قرآن کریم زبانِ عربی میں ہے اور سیل ایک انگریزی کی سائنسی اصطلاح ہے قرآن کریم کیسے پابند ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ کو انسانی ایجاد کردہ اصطلاحات اور وہ بھی کسی غیر زبان کی اصطلاحات میں محدود کر دے۔ قرآن کریم روحانی سچائیوں کی ایک کتاب ہے جس میں ضمناً اُن سچائیوں اور حقائق الاشیاء کی طرف اشارے ملتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی کائنات میں اہم اور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ پس سوال یہ ہونا چاہیئے کہ:

۱- کیا سائنس کا یہ نظریہ کہ ہر قسم کی زندگی ایک ہی قسم کے بنیادی مادہ سے پیدا کی گئی ہے کہ قرآن کریم کی رُو سے درست ثابت ہوتا ہے۔؟

۲۔ اس صورت میں قرآن کریم نے بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کا کہاں ذکر فرمایا ہے؟

سوال کی یہ شکل معقولیت رکھتی ہے لیکن اس کے جواب سے پہلے اس دعویٰ پر نظر ڈالنی چاہیئے کہ کیا 'ڈی این اے' واقعی زندگی کا وہ سب سے چھوٹا یونٹ ہے جو زندگی کی عمارت کے لئے اینٹ کے طور پر استعمال ہوا۔

اگر تو یہ کہا جائے کہ سائنس کی اب تک کی دریافت کے مطابق زندگی کا بنیادی یونٹ ڈی این اے ہے تو اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر سائنس کے اس دعویٰ کو اس حد تک حتمی سمجھ لیا جائے کہ گویا مزید باریک در باریک اور پیچ در پیچ بنیادی اجزاء دریافت ہی نہیں ہو سکتے تو یہ بات نہ صرف غلط ہے بلکہ سائنس کی تاریخ کھلم کھلا اس کو جھٹلا رہی ہے۔ مثلاً انیسویں صدی کے نصف تک سائنسدانوں کی اکثریت ایٹم کو آخری یونٹ قرار دے رہی تھی اور ایک سخت اور ٹھوس دانہ کی قسم کی چیز سمجھ رہی تھی۔ لیکن بعد کے قطعی تجربات نے یہ امر سو فیصدی درست ثابت کر دیا کہ یہ تصوّر ناکافی اور نامکمل تھا۔ اور مزید باریک اجزاء بعد میں دریافت ہوئے۔ پچھلے دس سال میں سب ایٹامک (ایٹم سے چھوٹے) موجودات کی ۱۰۰ سے زائد شکلیں اب تک دریافت ہو چکی ہیں۔ اور ہیڈرونز یعنی ایٹم کا صرف مرکزی حصہ بنانے والے پروٹان اور نیوٹران اور پی اون آ گئے جن اجزاء سے بنے ہوئے ہیں وہ بھی اب تک پانچ دریافت ہو چکے ہیں جنہیں کوارک کہا جاتا ہے۔ جب سائنسدان الیکٹران یعنی برقی رَو کے ذرّے کو خوب سمجھ چکے اور مادّے کی باریک سے باریک شکل اسی کو سمجھا گیا تو بعد میں BOHAR اور PLANK کی تحقیقات نے اس تصوّر کی بنیادیں بھی ہلا دیں اور دریافت کیا کہ طاقت کا چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ QVANTUM ہے جس کی طاقت الیکٹران کی مجموعی طاقت سے بہت کم ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے لفظ 'H' کو اس طاقت کا نشان مقرر کر کے اس کی کمیّت کو بھی پوری طرح جانچ لیا۔ انہوں نے لطیف تجربات اور باریک در باریک حساب سے یہ ثابت کیا کہ ایک گرام وزن کو ایک سیدھے خط پر ایک سیکنڈ کے اندر ایک سنٹی میٹر کے فاصلے تک پہنچانے کے لئے جتنی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اگر اُسے ایک یونٹ سمجھا جائے تو کوانٹم اس کے اتنے حصّہ کے برابر ہوگا۔

$$H = \frac{1}{۶۶۲۰۰\ldots\ldots\ldots\ldots}$$

بالفاظ دیگر اگر ایک گرام وزن کو ایک سنٹی میٹر تک پہنچانے والی طاقت کو کوانٹم میں تقسیم کیا جائے تو ......۶۶۲۰۰ کوانٹم بنیں گے۔ یہ ایک ایسا ہندسہ ہے کہ اُردو تو اُردو دُنیا کی کسی زبان میں اس کو ظاہر کرنے کے لئے ابھی تک کوئی لفظ ایجاد نہیں ہو سکا۔

بس خدا تعالیٰ کی کائنات کو کسی زمانے کی کسی ایک تحقیق تک محدود تصوّر کر لینا بچوں کا کھیل تو کہلا سکتا ہے دیدۂ بینا کا کام نہیں۔ اس مثال کو

آگے بڑھاتے ہوئے ذرا تصور کیجئے کہ جب ایٹم تک انسان پہنچا تھا اگر اُس وقت یہ سوال اُٹھتا کہ قرآن کریم نے ایٹم کو آخری جزو قرار کیوں نہیں دیا۔ اور قرآن کریم کا کوئی سطحی حمایتی اپنی کم فہمی میں دعوی کر بیٹھتا کہ قرآن کریم بعینہ اُسی طرح کے ایٹم کا ذکر کرتا ہے، جیسے اُنیسویں صدی کے انسان نے سمجھا تھا تو آج کے زمانہ کا انسان اُس آدمی کی جہالت پر ہنستا یا قرآن کریم کی طرف نعوذ باللہ جاہلانہ تصورات منسوب کرنے لگتا۔

پس قرآن کریم میں اصولی تعلیمات کو تلاش کرنے کی بجائے اصطلاحوں اور وقتی نوعیت کی دریافتوں کے چکر میں پڑنا نہ تو مناسب ہے اور نہ قرآن کریم کی شان ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی اصطلاح اور اس کے وقتی تصور کو جو بدل بھی سکتا ہے ایک ابدی حقیقت کے طور پر پیش کرے۔ ہاں اگر ایسے حقائق انسان دریافت کرے جو غیر مبدل ہوں تو بعید از امکان نہیں کہ اُن کا ذکر قرآن کریم میں پایا جاتا ہو۔

ایک روسی سائنسدان کا اعتراف

۷. اس سلسلہ میں ایک روسی سائنسدان PONOMAREV کا عارفانہ اعتراف پیش کرنے کے لائق ہے۔ یہ مصنف افلاطون کی بیان کردہ ایک تمثیل پیش کرتا ہے جو افلاطون نے کمال انکساری کے ساتھ انسانی مبلغ علم کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے پیش کی تھی۔ افلاطون کے نزدیک قانونِ قدرت کے رازوں کی جستجو کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے پابہ زنجیر قیدی ایک ایسے تنگ حجرے میں پڑے ہوئے جس کا دروازہ اُن کی پیٹھوں کی طرف ہو اور وہ مُڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے کی بھی سکت نہ رکھتے ہوں، صرف باہر چلنے پھرنے والوں کے عارضی سائے جو دیواروں پر پڑیں اُن کو دیکھ کر یہ اندازہ کر سکیں کہ وہ کون ہوں گے اور کیسے ہوں گے۔ افلاطون کے نزدیک کائنات کے بارہ میں ہمارا مبلغ علم ان قیدیوں کے علم سے بڑھ کر نہیں۔ اس تمثیل کو بیان کرکے پھر نومارف لکھتا ہے کہ:-

”افلاطون کی دلیل کو رد نہیں کیا جا سکتا ہمارے ارد گرد کی دُنیا اس سے بہت زیادہ شاندار ہے جس کا ہم طبیعات سے حاصل شدہ اعداد و شمار کی بنیاد پر تصور کرتے ہیں۔ ایک شخص جو پیدائشی اندھا ہو بصریات کے بارہ میں ہر چیز سیکھ سکتا ہے لیکن اس کے باوجود موسم بہار میں رنگوں کی شان اور دلکشی کا تو کیا روشنی کا بھی ایک مبہم سا تصور نہیں کر سکتا۔ جب ہم ایٹمی نظام کی دُنیا میں داخل ہوتے ہیں تو ہماری کیفیت کم و بیش پیدائشی اندھوں کی سی ہوتی ہے۔ کیونکہ ہم ایٹمی نظر سے محروم ہیں اور عجیب و غریب اور

غیر معمولی دُنیا کے اندھیروں میں محض ٹامک ٹوئیاں ہی مار سکتے ہیں۔ اِس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں سے ہر ایک علمِ طبیعات کے ماہر کو اپنی کم مائیگی کا احساس دلاتی ہے۔ انیسویں صدی میں ان ماہرین کو امید تھی کہ وہ فطرت کی تشریح کر سکتے ہیں لیکن بیسویں صدی میں وہ صرف فطرت کو بیان کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اب ہمیں پوری طرح احساس ہو گیا ہے کہ علمِ طبیعات کے کامل ہونے اور اُس کے پسِ پردہ نظامِ کائنات کے فلسفہ کو سمجھنے کے بارہ میں ہمارا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ علمِ طبیعات صرف ان قوانین کا مطالعہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے جو پسِ پردہ جاری وساری مخفی طاقتوں کے نتیجہ میں ہمارے سامنے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن وہ قوتیں جو اِن قوانین کے پیچھے کارفرما ہیں اُن کی کُنہ کو سمجھنے کی ہم اہلیت نہیں رکھتے۔ یہ بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے قیدی سایوں کو دیکھ کر اندازے لگائیں کہ سائے والے کون اور کیسے ہوں گے۔"

پھر آگے چل کر لکھتا ہے:۔

"اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نوعِ انسانی ـــــ اگر یہ نوع کچھ عرصہ باقی رہے ـــــ مستقبل میں کس نہج پر ترقی کرتی ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ ہمارے سائنس کے اِس بظاہر ہنگامہ خیز اور بے قرار زمانہ کو ہمیشہ اسی طرح تعجب کی نگاہ سے دیکھے گی جس طرح آج ہم تحریکِ احیائے علوم یا قدیم دانشمندوں کے زمانے کے تصوّرات کو دیکھتے ہیں۔ آج ہمیں وہ کتنے سادہ اور بچگانہ نظر آتے ہیں[1]!"

اِس ضروری تمہید کے بعد اب میں اصل سوال کو لیتا ہوں۔

زندگی کے آغاز سے متعلق قرآن کریم کی تصریحات

قرآن کریم سے قطعی طور پر پتہ چلتا ہے کہ زندگی کا آغاز مرد اور عورت کی تشکیل سے پہلے ہو چکا تھا۔ اور زندگی کی ایک ایسی شکل میں ہوا تھا جو مادہ اور نر علیحدہ علیحدہ دو شکلوں میں بٹی ہوئی نہیں تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کے آغاز میں فرماتا ہے:۔

لہ IN QUEST OF THE QUANTUM P. 363 BY L. PONOMAREV 'MOSCOW'

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ج (سورۃ النساء آیت ۲)

اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس[1] نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اُس[2] کی جنس سے ہی اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان[3] دونوں میں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کر کے دُنیا میں پھیلائے۔

اس آیت میں زندگی کے تین ادوار بیان فرمائے گئے ہیں۔

زندگی کا پہلا دَور

زندگی کے پہلے دَور کو نفسِ واحدہ قرار دیا یعنی زندگی کی وہ شکل جو تمام انواعِ زندگی میں مشترک ہے اور جسے مزید شکلوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا نام سَیل (Cell) اس لئے نہیں رکھا کہ عین ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ انسانی ذہن کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ سَیل کے بعد مزید باریک تر بنیادی اجزاء پر اطلاع پا جائے۔ پس اس کا نام نفسِ واحدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ لفظ نفس زندگی کو موت سے الگ اور ممتاز کرنے والا ہے۔ پس وہ سب سے لطیف ذرّہ جو موت کی تعریف سے نکل کر زندگی کی تعریف میں داخل ہو جاتا ہے اُسے قرآن نفسِ واحدہ قرار دے رہا ہے۔ قرآنی دعویٰ کے مطابق اس پہلے دَور میں کوئی جنسی تفریق نہیں ملتی۔

زندگی کا دوسرا دَور

دوسرے دَور میں زندگی نے جنسی تفریق کی طرف قدم بڑھایا۔ یعنی پہلے دَور میں نر و مادہ کی تفریق موجود نہ تھی۔ چنانچہ فرماتا ہے خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا یعنی پھر اسی نفسِ واحدہ سے اس کا جوڑا پیدا کیا گیا۔ گویا زندگی کی اشاعت اور ترویج اب دو نفسوں کے ملنے پر منحصر ہو گئی۔ قرآنی فصاحت و بلاغت کا کمال ہے کہ اب تک ایسا لفظ استعمال نہیں فرمایا جو صرف انسان پر اطلاق پاتا ہو بلکہ ہر نوع کی زندگی پر برابر یہ دونوں الفاظ اطلاق پا رہے ہیں۔

زندگی کا تیسرا دَور

اس دَور کے ذکر کے بعد انسان کا ذکر فرمایا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ج یعنی جب زندگی نر و مادہ میں بٹ گئی تو پھر اس نر و مادہ رکھنے والی زندگی میں سے مرد اور عورت کی تخلیق ہوئی۔ ضمناً اس آیت نے اس نظریہ کو بھی جھٹلا دیا کہ حوّا آدم کی پسلی سے نکلی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ صاف فرما رہا ہے کہ آدم کی پیدائش سے پہلے نر و مادہ کی تخلیق ہو چکی تھی اور انسان جب بھی بنا ہے نر و مادہ کے اختلاط سے بنا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى

بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(سورۃ النور آیت ۴۶)

اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پس کچھ تو ایسے ہیں جو اپنے پیٹ پر چلتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اپنے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی خدا تعالیٰ نے زندگی کی ہر قسم کو ایک ہی بنیادی مادہ زندگی سے پیدا کیا ہے مگر بعد ازاں ایسا تنوّع پیدا کر دیا کہ رینگنے والے اور پاؤں پر چلنے والے مختلف الانواع وجود اسی ایک زندگی کی مختلف شکلوں کے طور پر رونما ہوئے۔

سوال نمبر ۲ اور ۳

اس سوال میں ایٹم کے بارہ میں جو یہ دعویٰ پیش کیا گیا ہے کہ ہر غیر جاندار چیز کی ابتداء ایٹم سے ہوئی ہے یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جسے سائنس کا موجودہ مبلغ علم غیر مشروط طور پر من و عن قبول نہیں کرتا —— سائنسدان یہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ مادہ کی ترقی یافتہ شکل کا آغاز ایٹم سے ہوا ہے لیکن وہ اس کا یہ مطلب نہیں لیتے کہ ایٹم کے آگے باریک تر اجزاء موجود نہیں۔ نہ ہی وہ یہ مطلب لیتے ہیں کہ مادہ یا توانائی ایٹمی شکل کے بغیر پائے ہی نہیں جا سکتے۔

جہاں تک اس بات کے امکانات کا تعلق ہے کہ ایٹم کی دنیا کن باریک در باریک ذرات پر مشتمل ہو سکتی ہے طبیعات کے سائنسدان اس حقیقت سے آشنا ہو چکے ہیں کہ ایٹم سے ورے جو مادہ کی ٹھوس شکلیں ہمیں نظر آتی ہیں یہی سب کچھ نہیں بلکہ اسی قسم کے ایک نئے جہان کا دروازہ ایٹم سے پرے کی جستجو کرنے والوں پر کھل رہا ہے۔ جو لطیف در لطیف ایسی ہیولائی صورتوں پر مشتمل ہے جن کا براہِ راست ادراک اگرچہ ممکن نہیں لیکن انتہائی حساس برقی آلات کے ذریعے رفتہ رفتہ اُن کی بہت سی صفات سے آگاہی ہوتی جا رہی ہے اور علمی جستجو کی نئی نئی شاخیں پھوٹ رہی ہیں جو بعید نہیں کہ کچھ عرصہ بعد بذاتِ خود علیحدہ علیحدہ علوم کی صورت اختیار کر لیں۔

پس ماہرینِ طبیعات کا اگر یہ دعویٰ ہو کہ مادہ کی ہر ترقی یافتہ شکل کا آغاز ایٹم سے ہوا تو محلِ اعتراض نہیں تاہم اس دعویٰ کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ عالمِ موجودات پر کبھی کوئی ایسی حالت نہیں آئی اور نہ آ سکتی ہے جو ایٹمی صورت سے خالی ہو یا یہ کہ ایٹم سے باریک تر آزاد وجود رکھنے والے اجزاء موجود نہیں تو میرے نزدیک یہ دعویٰ محض بلا ثبوت ہے اور کئی عقلی اعتراضات اس پر وارد ہوتے ہیں۔ مزید برآں اب تک

کی جدید تحقیق اس خیال کی کھلی تغلیط کر رہی ہے۔ چنانچہ ایٹم کی ماہیت پر غور کرنے والے اور توانائی کی اِن صورتوں پر غور کرنے والے جن سے خود ایٹم وجود پذیر ہے اب تک جن حقائق سے پردہ اُٹھا چکے ہیں وہ سب حقائق اس دعویٰ کا ابطال کر رہے ہیں۔ اسی طرح ماہرینِ فلکیات کی تحقیق بھی اِس دعویٰ کو جھٹلا رہی ہے کیونکہ وہ بکثرت ایسے عظیم ستارے دریافت کر چکے ہیں جن کا مادہ ایٹمی شکل ہی نہیں پایا جاتا بلکہ محض نیوٹران کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ نیوٹران ہر ایٹم کے نیکلیس کا وہ جزو ہوتا ہے جو برقی طاقت سے خالی ہوتا ہے یعنی نہ اس میں کوئی مثبت برقی طاقت ہوتی ہے نہ منفی۔ نیوٹران سٹار عظیم ستاروں کے پچکنے سے بنتا ہے اور اصل سے اتنا چھوٹا رہ جاتا ہے کہ اگر سورج پچک کر نیوٹران سٹار میں تبدیل ہو جائے تو اس کا نصف قطر ۷۰۰،۰۰۰ (سات لاکھ) کلومیٹرز کی بجائے صرف دس کلومیٹر رہ جائے یعنی ربوہ سے چنیوٹ تک۔ علاوہ ازیں وہ ان ستاروں کے علاوہ جنہیں نیوٹران سٹار کہا جاتا ہے ایسے ستارے بھی دریافت کر چکے ہیں جو محض بے پناہ کشش ثقل کے مراکز کے طور پر اپنے وجود کا پتہ دے رہے ہیں۔ فی الوقت کوئی نہیں جانتا نہ جان سکتا ہے کہ اِس بے پناہ کشش ثقل نے جو ہماری زمین کی کشش ثقل سے اربوں گنا زیادہ ہے نیوٹران کو پچکا پچکا کر ان کا کیا حلیہ بنا رکھا ہے اور طاقت کے اِس تنور میں جسے بلیک ہول کہا جاتا ہے مادہ کس صورت میں پایا جاتا ہے۔ تاہم حساب کی رُو سے ماہرینِ فلکیات صرف یہ تخمینہ لگا سکتے ہیں کہ جو میں محض ایک نقطہ سا ہے جس کی نہ سطح نہ طول نہ عرض۔ چاہیں تو اسے ایک تاریک سوراخ سے تعبیر کر لیں جس میں سورج سے بلیسیوں گنا بڑے ستارے بھی غرق ہو جائیں تو اُن کا وجود حدِّ ادراک سے پرے نکل جائے اور فزکس کے موجودہ قوانین کا اُن پر کوئی اطلاق نہ ہو سکے۔ مادہ جب عدم اور وجود کی اِس حدِّ فاصل پر اِس قسم کے ایک نقطہ یا تاریک سوراخ کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو اُس کی اِس حالت کو سائنس دان State of singularity سنگولیریٹی کی حالت کہتے ہیں جس کا ترجمہ "عالمِ توحید" سے بہتر اور کوئی میرے ذہن میں نہیں آتا۔

پس جدید سائنس ایٹم سے ماوراء جن نئے علوم کے نئے نئے جہانوں میں جھانکنے لگی ہے اُن کی نہ تو وسعتوں کی حدبندی کا کچھ پتہ ہے نہ لطافتوں کی انتہا معلوم۔ ایٹم کی دُنیا اِن لطافتوں کے مقابل پر اسی طرح کثیف اور عظیم الجثہ ہے جیسے ایٹم کے مقابل پر ہماری دُنیا۔

ہو سکتا ہے سائل کے ذہن میں یہ سوال بعض ایسے سائنسدانوں کے تعلّی آمیز فقرات سے اُبھرا ہو جو مذہبی دعاوی کی تحقیر یا خدا تعالیٰ کی ہستی سے انکار کے طور پر اس قسم کے ہلکے دعوے کر بیٹھتے ہیں جو اہلِ علم کو زیب نہیں دیتے۔ خصوصاً ایسے دہریہ سائنسدانوں میں اِس قسم کی تعلّی کا رجحان پایا جاتا ہے جن کا مذہبی پس منظر محض محرّف و مبدّل بائبل کے قصوں کے مطالعہ

یا اُن کی شنید پر مشتمل ہے اور وہ بائبل کے سوا کسی اور
کتاب کو ترجمانِ خداوندی کے طور پر نہیں جانتے۔ چنانچہ
نکلیئر سائنس کے ایک روسی سائنسدان ل۔ پونو مارف
جن کا پہلے ذکر گزر چکا ہے اپنی کتاب میں بائبل کے
پیش کردہ اس تصوّر کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ
نے فلاں دن یہ یہ چیزیں اپنی مکمّل شکل میں پیدا کیں اور
فلاں دن یہ یہ چیزیں اپنی مکمّل صورت میں پیدا کیں،
لکھتا ہے:۔

"پیدائش کے پانچویں دن جب خدا نے
درندوں، پرندوں اور مچھلیوں کو ان
کی مکمّل صورت میں پیدا کیا تھا تو غالباً
اُسے "ایٹم" کے بارہ میں کچھ بھی معلوم نہ
تھا اور یا پھر وہ ایسی تفاصیل میں جانا
نہ چاہتا تھا لیکن اگر وہ پہلے تمام ایٹم
پیدا کرتا پھر تخلیق کا عمل شروع کرتا
تو اس کا نتیجہ وہی نکلتا جو ولیم براؤٹ
نے تجویز کیا ہے یعنی ان سب کا آغاز وہ
ہائیڈروجن کے ایٹم سے کرتا"۔ ۱؎

مزید براں وہ لکھتا ہے کہ:۔

"ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہر چیز کا آغاز
ایٹم سے ہوا۔ یعنی ہائیڈروجن کے ایٹم
سے"۔

۱؎ IN Quest of Quantum P. 161.

پس اس نظریہ کی آخری شکل یہ بنتی ہے کہ کائنات
کا آغاز نہ صرف ایٹم سے بلکہ ہائیڈروجن ایٹم سے ہُوا
ہے۔ لہٰذا جب یہ کہا جاتا ہے کہ ایٹم ازلی ابدی ہے تو
مراد یہ ہوتی ہے کہ ہائیڈروجن ایٹم ازلی ابدی ہے اور
باقی سب ایٹم ہائیڈروجن کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں جو یقیناً
بعد میں بنی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے اگر ہائیڈروجن ایٹم
ارب ہا ارب × ارب ہا ارب سالوں میں ترقی کر کے
اس مقام تک پہنچا کہ نہ صرف ہیوی میٹلز یعنی نہایت
بوجھل مادوں کے ایٹموں کی شکل کا رُوپ دھار لیا بلکہ
ترقی کرتے کرتے مختلف شکلوں کے ایٹم انسانیت کے
بلند مقام تک جا پہنچے اور ہوش و خرد اور عقل و دانش
اُن میں پیدا ہوئے یہاں تک کہ ایٹم کی یہ ترقی یافتہ شکل
خود اپنے ہی بال کی کھال اُدھیڑنے لگی اور اپنی ہی
کُنہ دریافت کرنے میں غرق ہو گئی۔ اگر یہ سب کچھ
تسلیم کر لیا جائے کہ یہ از خود ہُوا تو سوال یہ ہے کہ
ازلی ہائیڈروجن ایٹم نے جب بھی ترقی کی جانب قدم
بڑھایا اُس وقت سے لے کر آج تک کا سارا زمانہ خواہ
کروڑوں مرتبہ بھی اپنے آپ سے ضرب کھا جائے اس
ازلی زمانہ کے مقابل پر تقریباً صفر کی حیثیت رکھتا ہے
جو ترقی کے آغاز سے پہلے ازلی ہائیڈروجن ایٹم پر گزر
گیا۔ یہ ایک طے شدہ حسابی مسئلہ ہے کہ ازلی سے
غیر ازلی محدود چیزوں کو کوئی نسبت نہیں ہوتی خواہ وہ
محدود چیزیں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔

پس اگر سائل اس نظریہ سے یہی مراد لیتا ہے کہ

ترقی سے پہلے ہائیڈروجن ایٹم ازل سے موجود تھا تو ازل
کا جو زمانہ ہائیڈروجن ایٹم کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے
وہ تو لامحدود ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک لامحدود
زمانہ میں ایٹم ترقی کی طرف کوئی قدم نہ اُٹھائے اور اس
کے مقابل پر ایک انتہائی محدود زمانہ میں ترقی کی ایسی
منازل طے کر جائے کہ اس کی اپنی حیثیت ترقی یافتہ شکل
کے مقابل پر لاشئی محض دکھائی دینے لگے۔ پس عقلاً کسی
ترقی پذیر چیز کے لئے ناممکن ہے کہ اس کا ماضی ازلی ہو
سوائے اِس کے کہ اُس کی ترقی پذیری کی حالت کو ہی
ازلی مانا جائے۔ اس دوسری صورت میں لامحدود وقت
میں پھیلی ہوئی اُس کی کسی ایک حالت کو بھی ازلی قرار
نہیں دیا جا سکتا اور اس کی ہر وہ حالت جو کسی ایک
زمانہ میں پائی جائے لامحدود ترقی کی حالت ماننی پڑیگی۔
پس قرآن کریم اِس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں پیش کرتا کہ
ایٹم ازلی ہے یا فلاں قسم کا ایٹم ازلی ہے۔ ہاں یہ ضرور
بیان فرماتا ہے کہ جہاں تک انسانی محدود عقل کی ضروریات
کا تعلق ہے اس کے متعلق یہی سمجھنا کافی ہے کہ:-

۱۔ عدم سے وجود نہ صرف واقع ہو رہا ہے بلکہ ہوتا
چلا جا رہا ہے۔ اور ہر چیز کا آغاز بَدِيْعُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی خدا تعالےٰ کی
طرف سے ہوا ہے جیسے فرماتا ہے:-

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ
اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (البقرہ آیت ۱۱۸)

وہ آسمانوں اور زمین کو (بغیر کسی نمونہ کے
پیدا کرنے والا ہے۔ اور جب وہ کسی امر
کے عالَم وجود میں لانے کا فیصلہ کر لیتا
ہے تو اس کے متعلق صرف یہ فرماتا ہے
کہ تُو ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ یہ کہ اب بھی خدا تعالیٰ نئی کائناتوں کو پیدا کرتا
چلا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ جاری و ساری
ہے جو کبھی نہ ختم ہونے والا ہے جیسے فرمایا:-

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ
وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝
(الذّٰریات آیت ۴۸)

اور آسمانوں کو بھی ہم نے کئی صفات
سے بنایا ہے اور ہم اِس خلق کو وسیع سے
وسیع تر کرتے چلے جاتے ہیں۔

۳۔ ہر چیز خدا تعالیٰ کے سوا نہ ازل سے ترقی پذیر
ہے نہ ابد تک ترقی پذیر رہے گی بلکہ ہر چیز کی
عمر اس کی تخلیق کے وقت ہی بطور تقدیر یا فطری
صلاحیتوں کی شکل میں لکھی جاتی ہے جیسے فرمایا:-

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا
بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
(الرّوم آیت ۹)

کیا اُنہوں نے اپنے دل میں کبھی غور
نہیں کیا کہ آسمانوں اور زمین کو اور
جو کچھ ان کے درمیان ہے خدا نے کسی

حکمت کے مطابق اور ایک وقتِ مقررہ کے لئے پیدا کیا ہے ۔

۴ - ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی دوسری ذات کو فی ذاتہٖ ابدیت نصیب نہیں جیسا کہ فرمایا :-

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

(سورۃ الرحمٰن آیت ۲۷-۲۸)

کہ تیرے رب کے جلال اور اکرام والے وجہہ کے سوا ہر دوسری چیز فانی ہے ۔

یہاں یہ بیان فرمانے کی بجائے کہ تیرے رب کے سوا ہر چیز فانی ہے یہ جو فرمایا گیا کہ تیرے ربّ کے وجہہ کے سوا ہر چیز فانی ہے قرآن کریم کی بلاغت کے اعجاز کا ایک نمونہ ہے کیونکہ وجہ لفظ رکھ کر یہ بھی اشارہ فرما دیا کہ رضائے باری تعالیٰ کے سوا حصولِ ابد کا کوئی ذریعہ نہیں کیونکہ لفظ وجہ رضا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔

پس زمین و آسمان ایک معین عمر رکھتے ہیں جو اپنی ترقی کی منازل طے کرنے کے بعد ایک وقت میں اس طرح لپیٹ دیئے جائیں گے جیسے کاتب اپنے صفحات کو لپیٹ کر سمیٹ دیتا ہے جیسے فرمایا :-

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ (الانبیاء آیت ۱۰۵)

جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح بہیاں تحریر کو لپیٹ لیتی ہیں جس طرح ہم نے تمہاری پیدائش کو پہلی دفعہ شروع کیا تھا اسی طرح پھر اس کو دہرائیں گے ۔ یہ ہم نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے ۔ ہم ایسا ہی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔

قرآن کریم کے اس دعویٰ سے ملتے جلتے بعض مشاہدات سائنسدانوں کے نوٹس میں آچکے ہیں چنانچہ جس حیرت انگیز مشاہدہ کا نام بلیک ہول یعنی تاریک سوراخ رکھا گیا ہے وہ قرآن کریم کے بیان کردہ معنوں سے ملتا جلتا مشاہدہ ہے ۔ اس مضمون کو خدا تعالیٰ دوسرے الفاظ میں یوں بیان فرماتا ہے :-

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

(البقرہ آیت ۱۵۷)

کہ ہم تو اللہ کے ہی ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔ ۱۱

اور یہی چیز مادہ اشیاء کے بارہ میں بھی بیان فرمائی ۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

(الروم آیت ۱۲)

اللہ تعالیٰ پیدائش عالَم کو شروع بھی کرتا ہے اور اِس سلسلہ کو دُہراتا بھی جاتا ہے۔ پھر تم سب اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

پھر فرمایا:-

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ؁

(آلِ عمران آیت ۱۱۰)

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کا ہی ہے اور اللہ ہی کی طرف تمام امور کو لوٹایا جائے گا۔

پھر فرمایا:-

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ؁

(الحدید آیت ۶)

اور آسمانوں کی بادشاہت بھی اُسی کی ہے اور زمین کی بھی اُسی کی۔ اور اُسی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے۔

بلیک ہول[۱] کے بارہ میں اب تک جو تحقیق ہو چکی ہے یا نیوٹران ستاروں سے متعلق جو علم انسان کو آج تک حاصل ہو چکا ہے اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عظیم حجم کے ستاروں میں کششِ ثقل اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ خود اپنے اُوپر سمٹنے لگتے ہیں پس جُوں جُوں اُن کا حجم کم ہوتا چلا جاتا ہے کثافت بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کششِ ثقل حیرت انگیز طور پر اس زور کے ساتھ ہر ذرّہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے کہ اُن کے ایٹمی خول بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور الیکٹران اپنے نکلیس پر اس طرح گر جاتے ہیں جیسے ہال کی دیواریں اور چھت گر کر فرش پر آرہی ہوں۔ ایسے چمکنے والے ستارے اگر سورج سے تین گنا سے زیادہ بڑے نہ ہوں، تو نیوٹران سٹار بن کر مزید چمکنا بند ہو جاتے ہیں لیکن اگر اُن کا حجم اِس سے زیادہ ہو مثلاً سورج سے بیس ۲۰ گُنا زیادہ تو ایسا ستارہ جب پچکتا ہے تو نیوٹران ستارہ کے مقام پر ٹھہرا نہیں رہتا، بلکہ بے پناہ قوّتِ ثقل نیوٹران کے انجر پنجر بھی توڑ ڈالتی ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ اِس کے متعلق قبل ازیں اِس مضمون میں کچھ ذکر گزر چکا ہے۔ اِس منزل پر مادہ کی کشش میں اتنا بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے کہ شعاعیں بھی اس سے نکل کر باہر نہیں جا سکتیں اور سمٹتے سمٹتے اربوں میل کے دائرے میں پھیلا ہوُا ستارہ بھی نظروں سے غائب اور ادراک کی پہنچ سے باہر ہو جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نیوٹران سٹار کی حد تک جو ستارے سکڑتے ہیں اُن کے بارہ میں تو ریڈیائی دُوربینیں بہت حد تک

[۱] بلیک ہول کے بارہ میں تفصیلی مطالعہ کے لئے دیکھیں:-
Black Holes The central Parsec of the Galaxy p. 52 (Scientific American July 1979)

معلومات حاصل کر سکتی ہیں لیکن جو اس سے اگلی منزل یعنی بلیک ہول کے عالم میں داخل ہو جائیں اُن کے متعلق حسابی اندازوں کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اُن کا کیا بنا اور جس مادہ پر وہ مشتمل تھے اُس پر کیا بیتی؟ اس کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کا فی الحال سائنسدان کوئی ذریعہ نہیں رکھتے کیونکہ وہ عملاً کشش کے ایک تاریک سوراخ کی شکل اختیار کر جاتا ہے جس میں توانائی کی ہر قسم سمٹ کر ڈوبتی چلی جاتی ہے اور اس دائرہ کشش میں ایسی شدت پیدا ہو چکی ہوتی ہے کہ اس کے قریب سے جو عظیم ستارے بھی گزرتے ہیں وہ بھی ڈول جاتے ہیں اور بعض گرتے گرتے اس لامحدود پُر اسرار سوراخ میں غائب ہو جاتے ہیں۔

یہاں اس دلچسپ اور خیال انگیز حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن کریم کی آیت یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ ط میں جو تصویر کشی فرمائی گئی ہے اُس کو سمجھنے کے لئے یہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں کتابیں کیسے لکھی اور محفوظ کی جاتی تھیں اور اُن کو کس طرح طے کیا جاتا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس زمانہ میں چمڑے اور درختوں کی چھالوں پر لکھی جانے والی کتب کو اس طرح لپیٹا جاتا تھا جیسے مسجد کی صف یا کپڑے کے گول تھان لپیٹے جاتے ہیں۔ چنانچہ بحیرہ مُردار سے جو قدیم صحیفے دستیاب ہوئے ہیں وہ بھی اسی شکل میں لپیٹ کر بڑے بڑے مٹی کے مرتبانوں میں محفوظ کئے گئے تھے۔

اس نقشہ کو نظر میں جمالیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس عالم وجود کو بھی پہلی حالت کی طرف لوٹانا چاہتا ہے اُس کے اس فعل کو صحیفے لپیٹنے کے فعل سے کیا مشابہت ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے ستاروں کے بائینری سسٹمز (Binary Systems) اور نیوٹران سٹارز اور بلیک ہولز کے بارہ میں جدید ترین تحقیق پر نظر ڈالیں تو قرآنی تصویر کشی اور اصل و توءم کے درمیان ایسی حیرت انگیز مشابہت نظر آتی ہے کہ عقل ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے اور رُوح اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہوتے پکار اُٹھتی ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

نیوٹران سٹار کی بے پناہ قوتِ ثقل جب اپنے ساتھی عظیم الجثہ ستارے کے مادہ کو اپنی طرف کھینچنے لگتی ہے تو وہ مادہ اس پر گرتے ہوئے ایک سیّال چادر کی طرح گرتے ہوئے اس کے گرد لپٹنے لگتا ہے۔

"سائنٹفک امریکن" جو سائنس کا ایک عالمی شہرت یافتہ مستند مؤقر رسالہ ہے اپنے مئی ۱۹۸۱ء کے شمارہ کے صفحہ ۶۲ پر اس منظر کی جو تصویر کشی کرتا ہے اُسے اگر الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی جائے تو اس سے بہتر الفاظ سوچے نہیں جا سکتے۔

وَيَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ

ترجمہ۔ وہ دن بھی پیش نظر رکھو جب ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح کتابیں سمیٹنے والا اُن کو لپیٹتا ہے

ایک اور امر جو قرآن کریم سے ہمیں آغازِ کائنات کے متعلق معلوم ہوتا ہے وہ قرآن کریم کی حسب ذیل آیت میں بیان ہوا ہے:۔

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ

(الانبیاء آیت ۳۱)

کیا کفار نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے پس ہم نے ان دونوں کو کھول دیا۔ اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا۔

عموماً اس آیت کے جو معنی کئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ مادہ جس سے یہ زمین و آسمان بنے، ایک وقت اس پر ایسا بھی آیا تھا کہ وہ نہ تو ٹھوس شکل میں تھا نہ مائع شکل میں تھا بلکہ ایک ایسے دھوئیں کے ہیولے کی شکل رکھتا تھا جس میں سورج، چاند، زمین، ستارے، سیّارے اور مادہ کی مختلف شکلیں باہم تقسیم نہیں ہوئی تھیں اور آپس میں کوئی وجہ امتیاز موجود نہ تھی۔[1] پھر خدا تعالیٰ کی تقدیر نے دھوئیں کے اس بادل کو پھاڑا اور مختلف شکلیں اور صورتیں جو ہم دیکھتے ہیں یعنی آسمان، زمین، ٹھوس، مائع، گیس کی حالتیں اور ستارے، چاند، سورج وغیرہ کی شکلیں سب اس بادل کو پھاڑنے کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئیں۔ ان معنوں کی رُو سے جب ہم علمِ فلکیات کے ماہرین کی تحقیق پر غور کرتے ہیں تو اس تحقیق کا ماحصل یہی نظر آتا ہے کہ جتنی بھی گلیکسیز ہیں یعنی اربہا ارب ستاروں کے جھرمٹ جو آسمان میں نظر آتے ہیں وہ اپنی موجودہ شکل سے پہلے ایک اتنے وسیع دائرے پر پھیلے ہوئے دھوئیں کے بادل کی شکل میں تھے جس کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا۔ اگر اس فاصلے کو اعداد میں لکھا جائے تو صرف اس صورت میں لکھا جا سکتا ہے کہ روشنی کی رفتار کے ساتھ (جو تقریباً ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل فی سیکنڈ ہے) اگر اس بادل کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی تو یہ سفر طے ہونے میں کروڑہا سال درکار ہوتے۔

قرآن کریم یہ بحث تو نہیں اُٹھاتا کہ دھوئیں کا ہیولیٰ جن باریک ذرّوں پر مشتمل تھا وہ ایٹم تھے یا ایٹم سے باریک تر، لیکن یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ طاقت کی جو بھی شکل اس بادل کی صورت میں تھی اُسے پھاڑ کر الگ الگ ٹکڑوں میں منقسم کر دیا گیا جنہوں نے زمین اور اجرام سماوی کی شکل اختیار کی اور وہ اپنی صورتوں اور اجزاء کی ماہیت میں ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے۔

یہاں یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ زمین سے مراد

---

[1] جس دور میں تخلیق کائنات ہیولائی منزل پر تھی اُس وقت اس کی جو حالت تھی اس سے متعلق مزید معلومات کے لئے دیکھیں GESEOUS NEBULA P.122
SCIENTIFIC AMERICAN
SEP. 1978

قرآنی اصطلاح میں وہ کرّہ وجود معلوم ہوتا ہے جہاں زندگی پنپ سکتی ہو اور آسمان سے مراد وہ جوّی اجسام ہیں جن کی قوتیں زمین پر اثر انداز تو ہوتی ہیں اور زمین پر پیدا ہونے والی زندگی کی نمو میں بھی حصہ لیتی ہیں۔ لیکن براہِ راست حیوانی زندگی کی نمو کے لئے ان کا ماحول سازگار نہیں ہوتا[5]

مذکورہ بالا آیت پر غور کرنے سے یہ امکان بھی سامنے آتا ہے کہ کائنات بار بار بن بن کر بگڑتی اور اصل کی طرف لوٹتی رہتی ہے اور خدا تعالیٰ بار بار نئی صورت میں کائنات کو پیدا کرتا رہتا ہے۔

اس آیت کی ایک اور تشریح

کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا کی جو مروّجہ تشریح اوپر پیش کی گئی ہے وہ میرے نزدیک تخلیقِ کائنات کی ایک منزل کی نشان دہی تو کرتی ہے لیکن اس منزل کو ابتدائی مقامِ سفر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ رَتْقًا کے لغوی معنوں کو قبول کیا جائے تو اس آیت کے جو معنی سامنے آئیں گے وہ تشریح کی احتیاج کے بغیر ہی تخلیقِ کائنات کی پہلی منزل کے قریب تر دکھائی دیں گے اور ہیولیٰ حالت سے پہلے کی اس شکل کی نشاندہی کرتے ہوئے نظر آئیں گے جس میں کائنات ایک عظیم بادل کی صورت اختیار کرنے سے پہلے موجود تھی۔

رَتْقٌ کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کا اچھی طرح سمیٹ کر بند کر دیا جانا اور ارد گرد سلائی کر کے سیون کے اندر کی چیز کے لئے باہر نکلنے کے راستے بند کر دینا جس طرح مثلاً کرکٹ کا گیند یا بچوں کے کھیلنے کے لئے کھِدّو بنایا جاتا ہے۔ ان لغوی معنوں کی رو سے بغیر کسی تاویل کے اس آیت کے یہ معنی بنیں گے کہ زمین و آسمان ایک ایسی بند حالت میں تھے کہ ان کے مادہ کے لئے کسی طرف سے نکل بھاگنے یا فرار کی کوئی راہ نہ تھی گویا توانائی ایک سمٹی ہوئی بند حالت میں پائی جاتی تھی پھر ہم نے اس مقیّد مادہ کو پھاڑ کر آزاد کر دیا اور اس کے بعض حصے ارض میں اور بعض حصے سماء میں تبدیل ہو گئے۔ یہ تصویرِ آغازِ کائنات کے جدید ترین انکشافات کے بھی قریب تر ہے اور واضح لغوی معنوں پر مشتمل ہونے کی بناء پر ویسے بھی زیادہ حقدار ہے کہ اسے قبول کیا جائے۔

مزید برآں آغازِ کائنات کی اس تصویر پر نظر ڈالتے ہی معاً انجامِ کائنات کی اس تصویر کی طرف بھی ذہن منتقل ہو جاتا ہے جس کا ذکر کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ میں پہلے گزر چکا ہے اور دونوں کے درمیان ایک حیرت انگیز انطباق نظر آنے لگتا ہے۔

گویا انجامِ کائنات نے مادہ کو جس بے پناہ طاقت کے شکنجے میں جکڑ دیا تھا یہاں تک کہ بالآخر وہ "بلیک ہول" قسم کی ناقابلِ ادراک چیز میں تبدیل

---

۵ دیکھئے آیت فِیْھَا تَحْیَوْنَ وَفِیْھَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْھَا تُخْرَجُوْنَ ۝ (الاعراف آیت ۲۶)
نیز دیکھیں تفسیر سورۃ الشمس از حضرت اقدس۔

ہو گیا۔ اعادہ خلق بھی اِس آخری حالت سے از سرِ نو اِس طرح کیا جاتا ہے کہ طاقت کے اِن بظاہر اٹوٹ بندھنوں کو کاٹ کر اچانک مقیّد مادہ کو آزاد کر دیا جاتا ہے اور وہ مادہ ایک بے پناہ دھوئیں کے بادل کی شکل میں اتنے وسیع جوّ میں پھیل جاتا ہے کہ اس کے صحیح ادراک کی صلاحیت بھی انسانی ذہن کو نصیب نہیں۔ یہ عمل بالآخر نئی زمینوں اور نئے آسمانوں کی تخلیق پر منتج ہوتا ہے۔

اِس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ بدءِ الخلق عدم سے نہیں ہو سکتی بلکہ صرف توانائی کی ایک شکل کو دوسری شکل میں بدلنے کا نام ہے۔ عدم سے وجود میں اور وجود سے عدم میں لانے کا مضمون ایک الگ مضمون ہے —— نیز ہم ابھی تک یہ بھی نہیں جانتے اور غالباً کبھی بھی نہ جان سکیں گے کہ بلیک ہول کی آخری شکل کیا ہوتی ہے۔ اور اردگرد کے ستارے کھا کھا کر بلیک ہول کی طاقت میں کس قدر اضافہ ہو جاتا ہے اور بالآخر کیا یہ بھی ممکن ہے کہ نہیں کہ ایک بلیک ہول اردگرد کے سب ستارے چٹ کر کے نزدیک کے آسمان کو خالی کر دے۔ اور ایسے بہت سے بلیک ہول بالآخر ایک دوسرے کو چٹ کرنے لگیں ایسی صورت میں ناقابلِ تصوّر رفتار کے ساتھ بڑھتی ہوئی کششِ ثقل اس مادہ کے ساتھ کیا گل کھلائے گی جو اس کو پیدا کر رہا ہے۔ اور کیا قوّت میں بڑھتے ہوئے مگر حجم میں کم ہوتے ہوئے اس تاریک سوراخ میں داخل ہونے والا مادہ کہیں راہیٔ ملکِ عدم تو نہیں ہو جائے گا۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کے بارہ میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہاں اب تک جس حد تک علم کا احاطہ کرنے کی طاقت ہمیں عطا ہوئی ہے ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ زمین و آسمان کا آغاز توانائی کی ایک مقیّد شکل سے ہوا اور بالآخر انجام بھی یہی ہو گا کہ کائنات کی تمام توانائی ایک دفعہ پھر لپیٹ کر کسی نامعلوم صورت میں مقیّد کر دی جائے گی اور ایک دفعہ پھر تخلیقِ نو کی شکل میں اُسے آزاد کیا جائے گا۔ ...... یا بصورتِ دیگر عدم میں ڈوب کر ایک دفعہ پھر اس مقیّد شکل میں یہ توانائی سطحِ وجود پر اُبھرے گی اور پھر ...... لَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔

اِس مضمون پر غور کرتے ہوئے اگر Big Bang Theory کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ مضمون تشنہ رہے گا۔ اگرچہ اب تک مضمون میں "بگ بینگ" کا نام تو نہیں لیا گیا تھا لیکن عملاً بلیک ہولز اور آغازِ کائنات کے بارہ میں جو کچھ لکھا گیا دراصل "بگ بینگ" ہی کا مضمون ہے۔ "بگ بینگ" سے مراد ہے "عظیم دھماکہ"۔

بگ بینگ کا بیج ۱۹۲۳ء میں ایک امریکن ماہرِ فلکیات کی اس انقلاب آفرین دریافت کے ذریعے بویا گیا کہ کائنات انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ وسعت پذیر ہے اور یہ جوئی وجود ایک دوسرے سے دُور ہٹ رہا ہے۔ یہ دریافت بالآخر "بگ بینگ" یعنی عظیم دھماکہ کے نظریہ پر منتج ہوئی یعنی یہ کہ کائنات اپنے آغاز سے پہلے ایک بند شکل میں تھی جو یکتائی کی حالت کا منظر تھی۔ وہ تمام توانائی جو آج ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے اسی بند حالت یا عظیم بلیک ہول میں غائب تھی۔

اس مقید طاقت کو اچانک ایک بے پناہ دھماکہ کے ذریعہ آزاد کر دیا گیا۔ مختلف قسم کی گلیکسیز یعنی ستاروں کے جھرمٹ اچانک اس دھماکہ کے نتیجہ میں رونما ہوئے اور رُونما ہونے کے بعد وہ توانائی کے ایک نہایت وسیع و عریض بے پناہ دُھوئیں کی صورت اختیار کر گئے جو ایک ناقابلِ تصوّر طویل عرصہ تک پھیلتا اور باہم دگر دُور ہٹتا رہا۔ یہ آغازِ کائنات کا واقعہ دس بلین سال قبل بتایا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اِس دُھوئیں نے وجود کی مختلف شکلیں اختیار کیں اور ایک طویل ارتقائی دَور نے توانائی کو مختلف انواع کے ایٹمز میں تبدیل کرنا شروع کیا۔

یہ نظریّہ قرآنی نظریّہ کے قریب تر معلوم ہوتا ہے جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے۔ اگر ہم بلیک ہول یعنی تاریک سوراخ والے مشاہدے کو اس کے ساتھ ملا دیں تو کچھ اِس قسم کی شکل بنتی ہے کہ کائنات کے اجزاء کسی وقت ایک عظیم پُر اسرار تاریک سوراخوں میں سمٹ کر غائب ہو گئے تھے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کب تک وہ اِس عالمِ غیبوبیت میں رہے، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ دس بلین سال پہلے ایک عظیم دھماکہ کے ساتھ نئی کائنات عالمِ وجود میں آئی۔ اور اس دھماکہ کی قوّت اتنی عظیم تھی کہ کروڑوں میل فی گھنٹہ کے حساب سے اس نئی ظہور پذیر کائنات کے اجزاء ایک دوسرے سے پرے ہٹنے لگے اور ایک

Expanding Universe

وجود میں آکر اس طرح لمحہ بہ لمحہ وسعت پذیر ہونے لگی کہ اس پر نظر ڈالنے سے ذہن قرآن کریم کی اس آیت کے جہان میں ڈوب جاتا ہے کہ

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○

(الذاریات آیت ۴۸)

کہ ہم ہی نے زمین و آسمان کو ایک عظیم الشان طاقت سے تخلیق کیا اور ہم ہی اس خلق کو ہر دم وسعت دیتے چلے جاتے ہیں۔

آخری نتیجہ

ذہن کی حدوبست سے وسیع تر ہر لحہ وسعت پذیر اِس کائنات پر ایک اُچٹتی ہوئی نظر ڈالنے سے جہاں انسان خدا تعالیٰ کی صفت "واسع" کے ایک چھوٹے سے حصّے سے متعارف ہو کر اس کے حضور سر بسجود ہو جاتا ہے وہاں ایٹم کی حیرت انگیز مختصر کائنات میں ڈوب کر ربّ العجائب کی لطافت کی بھی کوئی انتہا نہیں پاتا اور حیرت سے اِس بات کو دیکھتا ہے کہ وجود کی ہر لطیف سے لطیف تر صورت مزید لطیف سے لطیف تر صورتوں کی طرف انگلی اُٹھاتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ نظر خائب و خاسر ہو کر تھکی ماندی واپس لوٹ آتی ہے اور اپنے ربّ کی قدرتوں کی کوئی حدوبست نہیں پاتی اور اس کی تخلیق میں کوئی رخنہ نہیں دیکھتی۔

ایک روسی سائنسدان کا ذکر تو پہلے گزر چکا ہے اب ایک روسی شاعر کی نازک خیالی اور لطافتِ فکر کے ذکر پر اِس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ وہ شاعر جس کا نام

لُوئیس ذیلیکوف ([illegible]) بھی مادہ کی نت نئی لطیف در لطیف صورتوں کی دریافت سے متاثر ہو کر اپنی ایک نظم میں یوں خیال آرائی کرتا ہے :-

"بعید نہیں کہ الیکٹران بھی ہماری طرح کی دُنیاؤں پر مشتمل دُنیائیں ہوں جو اسی طرح بادشاہوں، اہلِ علم و دانش، مصوّروں، ماہرینِ فنونِ لطیفہ اور فوجوں سے معمور ہوں اور اسی طرح اُڑتے اُڑتے ماضی میں کھو جانے والے ازمنہ قدیم کی یادیں اُن میں موجود ہوں۔

ہاں بعید نہیں کہ ایٹم ان الیکٹران کے مقابل پر اسی طرح ایک ایسے نظامِ کائنات کی تصویر پیش کرتے ہوں جن کا ہر کُرّہ ایک مرکزی نقطہ کے گرد گھوم رہا ہو جہاں چیزیں ہماری ہی طرح کی ہوں لیکن چھوٹی اور بہت چھوٹی۔ یا پھر ممکن ہے اُس دُنیا میں پائی جانے والی چیزیں ہماری دنیا سے مختلف ہوں۔ اگرچہ معیار مختلف بھی ہوں لیکن ہم اُن کی اور اپنی ازل اور ابد کے درمیان کیسے فرق کر سکتے ہیں؟ ہماری طرح ہی اُن کے غم بھی ہوں گے اور جذبات و احساسات بھی

اور وہاں بھی جاہل اور متکبر ہماری دُنیا سے کم تو نہ ہوں گے اور اسی طرح اُن کے اہلِ عقل و دانش اپنی بے حد و حساب کائنات کو زندگی کا مرکز سمجھتے ہوئے بڑی کوشش اور عجلت سے فلسفۂ وجود کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں گے جیسے کہ اِس وقت آج میں کر رہا ہوں۔"

اِس شاعر کی بظاہر یہ انتہائی بعید از عقل قیاس آرائیاں کلیۃً بے بنیاد بھی تو نہیں کیونکہ اِس تصوّر کی چھلانگ کے لئے اُس نے غالباً ماہرینِ طبیعات کے انکشاف کا سہارا لیا ہے کہ اِس نظامِ شمسی کو جس کا مرکز سورج ہے ایک ایٹم کے نظام سے جس کا مرکز نکلیس ہوتا ہے فاصلوں کے اعتبار سے برابر کی نسبت ہے۔ تاہم یہ ایک شاعر کی نازک خیالی ہی ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ آئندہ اللہ تعالیٰ انسان کے احاطۂ علم کو کس حد تک وسیع کرنے والا ہے اور ایٹم سے پرے کے لطیف تر رازوں پر سے کس حد تک ہمارے لئے پردہ اُٹھایا جائے گا۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ؕ

موازنہ مذاہب
(قسط اوّل)

قرآنِ کریم اور دیگر شرائع کا موازنہ

(محترم چوھدری ھادی علی صاحب مربّی سلسلہ احمدیّہ)

اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے۔ اس کی ربوبیّت ہر زمانہ اور ہر مُلک کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ کسی خاص قوم یا خاص زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں جس طرح اس کا سورج ہمیشہ سے اپنی روشنی سے بنی نوع انسان کی آنکھوں کو منوّر کرتا رہا ہے اُسی طرح اس کا نورِ رسالت ہمیشہ ہمیش سے انسانی عقل کی اپنی روشن شعاعوں کے ذریعہ صراطِ مستقیم کی طرف راہبری کرتا رہا ہے ـــــ جس طرح پانی ابتدار سے انسان کے جسم کو تازہ رکھنے کے لئے اس کی طرف نازل ہوتا رہا ہے، اسی طرح راستی اور صداقت سے مرکّب وحی رُوح کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے اس کی طرف سے اُترتی رہی ہے ـــــ اس نے اپنے احسانات سے کسی قوم کو محروم نہیں رکھا۔ نہ اس نے ہندوستان کے باشندوں سے بخل کیا نہ ایران کے باشندوں سے ـــــ نہ ایشیا سے اس کی رُوحانی بارش روکی گئی نہ یورپ سے ـــــ نہ امریکہ اس سے محروم رہا نہ ارضِ بلال رضی اللہ عنہ اس سے تشنہ رہی ـــــ نہ اس نے چین کے باشندوں سے اپنی موہبت کو مسدود کیا نہ عرب کے باشندوں سے۔ فرمایا ـــــ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد آیت) کہ ہر زمانہ اور ہر علاقہ اور ہر قوم کو راہِ نجات کی طرف راہنمائی کرنے والے خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے آئے ہیں جنہوں نے انسانیت کو آبِ زلال کے جام پلائے اور ظلِّ ظلیل کے نیچے اُن کے لئے جگہ بنائی۔

اسی طرح فرمایا:-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج

(نحل آیت ۳۷)

کہ ہم نے یقیناً ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ اے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو اور ہر حد سے بڑھنے والے سے کنارہ کش رہو۔

اور فرمایا :-

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ (فاطر آیت ۲۵)

یعنی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی آگاہ کرنے والا نہ آیا ہو۔

نبی تو بہت مبعوث ہوئے لیکن شریعت چند ایک پر نازل ہوئی۔ آئندہ صفحات میں چار مشہور شرائع کا ذکر کیا جائے گا۔

مقام شریعت

★ **وید** :- ہندو مت کی ابتداء کے بارہ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ روایتی عقیدہ یہ ہے کہ ابتدائے دنیا سے ہندو شریعت (وید) چار رشیوں پر نازل ہوئی (وید کو سمجھنے والے، ویدوں کے شاعر، پنڈت وغیرہ رشی کہلاتے ہیں) اندازہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ۱۵۰۰ سال قبل کچھ آریہ قبائل کوہ ہندوکش کے راستے ایرانی سطح مرتفع سے ہندوستان کے شمال مغرب کی طرف روانہ ہوئے۔ اس علاقہ کے مقامی باشندے "داسیو" بآسانی انکے سامنے مغلوب ہو گئے اور فتح کے بعد یہ سفید فام حملہ آور آہستہ آہستہ سیاہ فام محکوموں میں مل گئے اور ایک نئی تہذیب کی بنیاد پڑی۔ اس تہذیب میں ویدک لٹریچر کا آغاز ہوا۔

گو وید کا لفظ وسیع لٹریچر پر مشتمل ہے مگر عام طور پر اس سے چار کتب مراد لی جاتی ہیں۔ ویدوں کا الہامی ہونا اور باقی تمام کتب کا اُن کے تابع ہونا روایتاً اور عقیدۃً ہندو مت کا جزو ہے ___ چار وید یہ ہیں ___ (۱) رگ وید (۲) یجر وید (۳) سام وید (۴) اتھرو وید ___

شتھ پتھ برہمن میں (جو ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب ہے) ویدوں کو الہامی کتب قرار دیا گیا ہے ___

ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق بدءِ عالم میں یہ چاروں وید چار رشیوں کو الہام کئے گئے۔ مگر محققین جن میں ہندو محققین بھی شامل ہیں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ بہت بعد کی کتب ہیں جو مختلف زمانوں میں مختلف مصنفین نے لکھی ہیں ___ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"ہم نہایت مشتاق ہیں اگر آریہ اپنے ویدوں میں اتنا بھی ثابت کر دیں کہ اُن کے ہر چہار ویدوں نے الہٰی کلام ہونے کا دعویٰ کیا اور بتصریح بتایا کہ فلاں فلاں شخص پر فلاں زمانے میں وہ اُترے ہیں" (نور الحق)

پنڈت جواہر لال نہرو لکھتے ہیں :-

"بہت سے ہندو ویدوں کو الہامی کتاب سمجھتے ہیں۔ یہ میرے نزدیک ہماری بڑی بدقسمتی ہے کیونکہ اس طرح انکی حقیقت ہم سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ وید صرف

اس زمانہ کی معلومات کا مجموعہ ہیں ۔
وہ بہت سی چیزوں کا غیر مرتب شدہ ذخیرہ ہیں ۔ دُعائیں، قربانی کی رسومات، جادو، نیچرل شاعری وغیرہ "۔
(The Discovery of India P. 77)

پس معلوم ہوا کہ ہندوؤں کی کتب مقدسہ الہامی نہیں بلکہ بعد کی تصنیفات ہیں ـــ اور یہ حقیقت بھی بچرخ صداقت پر چڑھی ہوئی ہے کہ ہندوؤں کے انبیاء اور ہادی مقدس اور پاک تعلیم لیکر آئے تھے لیکن بعد میں اس تعلیم کو اتنا بگاڑا گیا کہ اس کی اصلی حالت مسخ ہو کر رہ گئی ۔ یہ شریعت شاخ ضلالت بن گئی جس پر تناسخ اور نیوگ جیسے کانٹے لگے ـــ عقل سلیم ایسی شریعت کو رد کرتی ہے اور ـــ " موجودہ وید کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اس پاک ذات کی توہین ہے "۔
(چشمہ معرفت صفحہ ۶۶)

★ **توریت** ۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے یہود کو ایک شریعت دی جس کا نام توریت ہے۔ قرآن کریم اس کی نشاندہی اس طرح فرماتا ہے :۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝
(الانعام آیت ۱۵۵)

یعنی جس نے نیکی کو اختیار کیا ہے اُس پر نعمت کو پُورا کرنے اور ہر ایک امر کی وضاحت کرنے کے لئے اور ہدایت دینے اور رحم کرنے کی غرض سے ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں۔

اِس کتاب (توریت) کا روایتی نسخہ عبرانی زبان میں ہے اور یہ ہیکل میں روایتی طور پر تلاوت کیا جاتا تھا۔ لیکن اس نسخہ کی اصل کے متعلق کچھ علم نہیں کہ وہ کہاں ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طُور پر بیٹھ کر صرف دو الواح (احکامِ عشرہ) کندہ کر لی تھیں ـــ لکھا ہے :۔

" اور اُس نے تم کو اپنے عہد کے دسوں احکام بتا کر اُن کے ماننے کا حکم دیا اور ان کو پتھر کی دو لَوحوں پر لکھ دیا "۔
(استثناء باب ۴ ۔ آیت ۱۳)

ان کے علاوہ کوئی اور کتاب نہیں لکھی گئی ۔ یہی الواح خداوند کے صندوق میں محفوظ تھیں مگر یہ صندوق فلسطینی لوگ بنی اسرائیل سے چھین کر لے گئے اور بادشاہ ساؤل (طالوت) دشمنوں سے چھین کر واپس لایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد مبارک میں وہ صندوق کھولا گیا تو اس میں سے صرف دو الواح نکلی تھیں ۔

" اور اس صندوق میں کچھ نہ تھا سوا پتھر کی ان دو لَوحوں کے جن کو وہاں

موسیٰ نے حورب میں رکھ دیا تھا۔"

(۱-سلاطین باب ۸- آیت ۹)

اس کے بعد ان لوحوں کے متعلق بھی کسی کو علم نہیں ہے کہ وہ کہاں گئیں کیونکہ یہودی قوم پر دشمنوں نے کئی حملے کئے - ان کے ہیکل کو جلا دیا- یہود کو اسیر بنا کر جلا وطن کر دیا گیا—— اور اس کے علاوہ اسرائیلی تاریخ اس بات پر متفق ہے کہ بنوکد نضر کے زمانہ میں اسرائیلی صحف جلا دیئے گئے تھے اور برباد کر دیئے گئے تھے اور دوبارہ انہیں عزرا نبی نے لکھا :-

"It was forgothen but Ezra restored it."

(بحوالہ دیباچہ تفسیر القرآن Sah 20 a)

کہ شریعت بھلا دی گئی تھی مگر عزرا نبی نے اسے پھر دوبارہ قائم کیا۔

پس موسوی شریعت اب اپنی اصلی حالت میں نہیں ہے - یہ تضادات و اختلافات اور ظالمانہ احکام پر مبنی ہے۔

★ **اناجیل** - یہودیت کے ساتھ چونکہ عیسائیت ایک تعلق رکھتی ہے اور یہودیت کا ایک حصہ ہونے کے باوجود وہ ایک علیحدہ مذہب کی صورت اختیار کر گئی اور اب دنیا میں عیسائیت کی ہی اکثریت ہے - وہ ایک علمی وعملی صورت میں موجود ہے- اس کے عقائد گمراہ کن اور متفقی ہیں اس لئے یہودیت کے ساتھ اسے بھی پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں -

موجودہ بائیبل دو ۲ حصوں پر مشتمل ہے -

عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید- یہود صرف عہد نامہ قدیم کو مانتے ہیں لیکن عیسائی عہد نامہ قدیم کو منسوخ اور عہد نامہ جدید کو ناسخ سمجھتے ہیں- لکھا ہے :-

"اس نے نیا عہد کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا-" (عبرانیوں باب ۸ آیت ۱۳)

اناجیل کی موجودہ شکل ہمیں بتاتی ہے کہ موسوی شریعت کو اس کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا ہے -

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں - منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں- کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ تورات سے ہرگز نہ ٹلے گا- جب تک سب کچھ پورا نہ ہو-" (متی باب ۵ آیت ۱۷، ۱۸)

عہد نامہ جدید کی جو کتابیں کتاب مقدس میں ہیں وہ ہرگز نہ مسیح کے اقوال پر مشتمل ہیں، نہ اُن کے حواریوں کے اصل اقوال پر- بلکہ ان کی زبانی باتوں میں اپنے خیالات بھی رلا دیئے گئے اور اب یہ اناجیل متضاد باتوں کا مجموعہ بن کر رہ گئیں۔

★ **قرآن** - اسلام کی شریعت سب شرائع سے اکمل و افضل ہے - اور دراصل دوسری شرائع اور اسلام کی شریعت کا آپس میں کوئی مقابلہ ہی نہیں -

اسلام شجرہ طیّبہ ہے جس کی جڑھیں زمین میں مضبوط اور شاخیں آسمان تک پہنچتی ہیں اور دوسری شرائع ایک اُکھڑے ہوئے درخت کی طرح ہیں جس کو ہوائیں اِدھر اُدھر اڑائے پھرتی ہیں ـــــ شریعت اسلامیہ غیر محرّف ومبدّل، اختلافات وتضادات سے مبرّا اور انسانی دست برد سے مامون ومصئون ہے ـــــ خدائے حفیظ اس کی خود حفاظت کرتا ہے اور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ٥ (حجر آیت ۱۰) فرما کر اس کی ابدالآباد تک عظمت وتوقیر اور لفظاً ومعناً حفاظت کے لئے ایک علیحدہ تقدیر جاری فرمائی جس کے تحت ـــــ

(۱) وحی کے نزول کے ساتھ ساتھ اسے ضبطِ تحریر میں لایا جاتا رہا۔

(۲) پانچ وقت کی نمازوں میں قرآن کے بعض ٹکڑے پڑھے جاتے ہیں۔

(۳) اسلام کا سارا قانون قرآن میں رکھ دیا۔

(۴) رسول اللہؐ خود حفظِ قرآن پر زور دیتے تھے۔

(۵) نزولِ قرآن کے زمانہ سے لے کر اب تک حُفّاظِ قرآن کی ایک کثیر تعداد چلی آ رہی ہے۔

(۶) اور معنوی حفاظت کے لئے مجدّدین، اولیاء اللہ، صوفیاء، قطب، ابدال اور بے شمار اولیاء آتے رہے۔ لیکن آخر میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور آپ کے جانشینوں کے ذریعہ اس کے معنوں کی عظیم الشان حفاظت کا انتظام ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اسلام کا مخالف یورپین مصنف سر ولیم میور بھی لکھتا ہے:-

"What we have Though possiblity, created by himself is still his own."
(Life of Mohammad p. 28)

کہ ـ گو یہ ممکن ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود ہی قرآن بنایا تھا مگر جو قرآن ہمارے پاس آج موجود ہے یہ وہی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

پس

"توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی۔ اگر صرف قرآن شریف کی پہلی سورۃ کے ساتھ ہی مقابلہ کرنا چاہیں، یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ جو فقط سات آیتیں ہیں اور جس ترتیب انسب اور ترکیب محکم اور نظام فطرتی سے اس سورۃ میں صدہا حقائق اور معارف دینیہ اور روحانی حکمتیں درج ہیں انکو موسیٰ کی کتاب یا یسوع کے چند ورق انجیل نکالنا چاہیں تو گو ساری عمر کوشش کریں تب بھی یہ کوشش لاحاصل ہوگی۔"
(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص ۲۴)

"قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رُو سے معجزہ ہے موسیٰؑ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰؑ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔"

(انجام آتھم ص۲۴۵)

تصورِ خدا

● ہندوؤں کے عقائد میں خدا تعالیٰ کے متعلق بعض ایسی تعلیمیں ہیں جو خدا تعالیٰ کو ناقص ثابت کرتی ہیں۔ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اِس دنیا میں اوتار لیتا ہے اور مخلوق کا جنم لیتا ہے۔ یہ عقیدہ ایسی قبیح اور کریہہ المنظر صورت میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ یہاں تک بھی کہہ دیتے ہیں کہ خدا نے جانوروں میں سے شُوٗر اور مگرمچھ کا بھی جنم لیا ہے۔ اِس عقیدہ سے خدا تعالیٰ کی ہستی سے محبت کی بجائے نفرت اور عزّت و عظمت کی بجائے ہتک و ذلّت پیدا ہوتی ہے۔

ہندوؤں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا بہت سے دیوتا ہیں جن کو کارخانۂ عالم کے چلانے میں بہت کچھ دخل حاصل ہے۔ چنانچہ تین بڑے بڑے مظاہر تسلیم کئے جاتے ہیں جن میں سے ایک تو پیدا کرنے والا ہے جسے برہما کہتے ہیں اور ایک رزق دینے والا جسے شِو کہتے ہیں اور ایک مارنے والا جسے وِشنو کہتے ہیں ـــــ اِس عقیدہ کی وجہ سے ان میں سے اکثر لوگ وِشنو اور شِو کی تو پُوجا کرتے ہیں مگر برہما کی کوئی پُوجا نہیں کرتا کیونکہ اُس نے جو کچھ کرنا تھا کر چکا ہے۔ اب تو آئندہ رزق دینے والے اور مارنے والے کا ہی کام ہے اِس لئے انہیں کی پُوجا کرنی چاہیئے۔

آریہ لوگ جو ہندوؤں سے ہی نکلے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دُنیا کو پیدا نہیں کیا بلکہ دُنیا کے ذرّات اور ارواح خود بخود ہیں۔ خدا نے صرف جوڑ دیا ہے اور خدا کی سب صفات اقتداری کے وہ منکر ہیں۔ اُن کے نزدیک خدا نہ رازق ہے، نہ خالق، نہ حفیظ اور جو صورت خدا کی وہ پیش کرتے ہیں اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ اگر خدا نعوذ باللہ مر بھی جائے تو بھی دُنیا کا کوئی حرج نہیں۔ خدا رہے یا نہ رہے ہم ضرور رہیں گے۔

● یہودیت نے خدا تعالیٰ کو نہایت ہیبت ناک شکل میں پیش کیا ہے اور اُس کی غضب اور انتقام کی خواہش پر بہت زور دیا ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل فرعون کی ماتحتی میں رہ کر جو ایک ظالم بادشاہ تھا، اِس بات کے عادی ہو گئے تھے کہ خوف اور ظلم سے ہی بات مانتے تھے۔

توریت میں توحید کی تعلیم دی گئی۔ فرمایا:-

"میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے۔" (استثناء باب ۵ آیت ۷)

یہودی شریعت میں اللہ تعالیٰ کے بعض اسمائے صفات کا ذکر آتا ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ یہوواہ نام کو عظمت اور فضیلت دی گئی ہے اور یہ نام بائیبل میں بکثرت آیا ہے۔

یہوواہ کے نام کا یہودی بڑا ادب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک کو یہ نام نہیں لینا چاہیئے کیونکہ اس طرح اُس کی بے ادبی ہوتی ہے۔ لکھا ہے :-

"تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ مت لے۔ کیونکہ جو اُس کا نام بے فائدہ لیتا ہے خداوند اُسے بے گناہ نہ ٹھہرائیگا"

(استثنار باب ۵ آیت ۱۲)

اِس حکم کے تحت صرف ان کے علماء ہی یہ نام لیتے تھے اور سال میں ایک مقدس دن میں صرف ایک مقدس انسان بیت المقدس کے اندر ایک دفعہ اللہ کا نام لیتا تھا اور سب لوگ خاموشی سے سُنتے تھے۔

بائیبل میں جہاں جہاں یہوواہ کا نام آتا وہاں اس سے پہلے لفظ "ادونی" آتا تھا۔ تلاوت کرنے والا رک جاتا کیونکہ "ادونی" کے بعد جو نام ہے وہ اس نے نہیں پڑھنا۔ قاری بغیر نام پڑھے آگے گزر جاتا تھا۔

"یہوواہ" دراصل ذاتی نام نہیں بلکہ ایک صفاتی نام ہے جو "یھوی" سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں "گرنے والا" یعنی وہ ذات جو کسی پر نازل ہوتی ہے۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :-

"میرے نزدیک یہووے، گویا ھُوَ ہے۔ یعنی "اے وہ جو ہے"۔ گویا نام پتہ نہیں۔ اور جس طرح کوئی ایسا شخص جو دُور فاصلہ پر جا رہا ہو جس کا نام معلوم نہ ہو مگر اُسے مخاطب کرنے کی ضرورت ہو تو کہا جاتا ہے "ارے ٹھہر جاؤ"۔ اسی طرح یہ نام ارے کا قائم مقام ہے اور اس میں صرف اسی امر پر دلالت ہے کہ وہ واجب الوجود ہے۔ اس سے زیادہ کسی صفت پر اس سے دلالت نہیں ہوتی"۔ (ہستی باری تعالیٰ صفحہ ۸۹)

پس یہودی شریعت میں خدا تعالیٰ کی ذات کا علم نہیں دیا گیا۔ اُس کی صفات کا ذکر ہے اور شناخت کرنے والا اس سے بے خبر رہتا ہے۔

اِس کے علاوہ خدا تعالیٰ کو صرف بنی اسرائیل کا خدا کہا گیا ہے دوسری اقوام سے اِس کا کوئی تعلق نہیں۔

● عیسائیت نے خدا کو جاننے اور سمجھنے کیلئے تثلیث فی التوحید کا اصول وضع کیا ہے۔ اُنکے عقیدہ بلکہ مذہب کی بنیاد ہی اس تثلیث پر ہے کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تین اقنوم (Persons) ہیں اور یہ تین ہونے کے باوجود ایک ہیں اور ایک ہونے کے باوجود تین ہیں۔ یہ عجیب اور انوکھی تعلیم وہ اس طرح پیش کرتے ہیں :-

"اوّل۔ مَیں نے خدا پر جو باپ بھی ہے، اعتقاد رکھنا سیکھا جس نے مجھے اور ساری دنیا کو پیدا کیا۔

دوم۔ خدا میں جو بیٹا بھی ہے، جس نے میرا اور تمام بنی نوع انسان کا کفارہ دیا۔

سوم۔ خدا جو روح القدس بھی ہے، جس نے مجھے اور خدا کے تمام منتخب شدہ لوگوں کو گناہ سے پاک کیا۔" (مسیحی تصورِ خدا (اُردو) صـ۱۲۲)

پھر لکھا ہے:۔

"مسیحی عقیدہ واحد خدا میں مضمر ہے جس نے دنیا کو اس قدر پیار کیا کہ وہ خود اِسی دُنیا میں آنے کو رضامند ہو گیا جسے اُس نے تخلیق کیا تھا اور انسانی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں حصہ لیا اور انسانوں کے گناہوں کے عوض موت کو قبول کیا جس سے وہ محبت کرتا تھا۔........ ہم اِس امر پر بھی اتفاق کرتے ہیں کہ مسیحی خدا ضرور ایک عجیب قسم کا خدا تھا اور کچھ نہیں۔ لیکن یہ ایک ایسی بات ہے جس پر مسیحی پُورا یقین رکھتے ہیں کہ "خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کر لیا۔"

(۲-کرنتھیوں باب ۵ آیت ۱۹۔ مسیحی تصورِ خدا (اُردو) صـ۱۲۶-۱۲۷)

یہ عقیدہ ایسا ہے کہ جو نہ سمجھ میں آتا ہے اور نہ اِس پر ایمان قائم رہ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ذات کس طرح خدا ہو سکتی ہے یا خدا کا تیسرا حصہ ہو سکتی ہے جو ایک مدت تک ظلمت خانۂ رحم میں قید رہ کر اپنے اُوپر آلودہ حالت وارد کر کے پیدا ہوا۔ سُبحانہٗ وتعالیٰ عمّا یقولون۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۔ (المائدہ آیت ۷۴)

● اسلام نے ایسے خدا کو پیش کیا جو اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی واحد ہے۔

"قرآن میں ہمارا خدا اپنی خوبیوں کے بارہ میں فرماتا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ یعنی تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنے ذات اور صفات میں واحد ہے۔ نہ کوئی ذات اس کی ذات جیسی ازلی اور ابدی یعنی انادی اور اکال ہے۔ نہ کسی چیز کے صفات اس کی صفات کے مانند ہیں۔ انسان کا علم کسی معلّم کا محتاج ہے اور پھر محدود ہے۔ مگر اس کا علم کسی معلّم کا محتاج نہیں اور با ایں ہمہ غیر محدود ہے۔ انسان کی شنوائی ہُوا کی محتاج ہے اور محدود ہے مگر خدا کی شنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں۔ اور انسان کی بینائی سورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے۔ مگر خدا کی بینائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدود ہے۔ ایسا ہی انسان کی پیدا کرنے کی قدرت

کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے لیکن خدا کی پیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادّہ کی محتاج ہے نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے۔ کیونکہ اس کی تمام صفات بے مثل و مانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں۔ اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں۔ اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہوگا۔ اسلئے اس کی توحید قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنے تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو۔

پھر اس سے آگے آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنے ہیں کہ خدا نہ کسی کا بیٹا ہے نہ کوئی اُس کا بیٹا ہے کیونکہ وہ غنی بالذات ہے۔ اس کو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی۔ یہ توحید ہے۔ جو قرآن شریف نے سکھلائی ہے جو مدارِ ایمان ہے۔" (لیکچر لاہور صفحہ ۱۳-۹)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :-

"اسلام کہتا ہے کہ ایک بالا ہستی جامع جمیع صفات موجود ہے۔ وہ قائم بالذات ہے۔ اپنے وجود میں کامل ہے۔ دوسروں کا محتاج نہیں۔ محدود نہیں جس طرح آسمان پر ہے اسی طرح زمین پر ہے۔ جگہ اسے بند نہیں کر سکتی۔ جہات اس پر تصرّف نہیں رکھتیں، زمانہ اس پر حکومت نہیں کر سکتا، وہ باوجود دُور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے دُور ہے۔ اُسے کسی نے نہیں بنایا مگر جو کچھ بھی موجود ہے اس کا بنایا ہوا ہے۔ وہ سب سے بالا ہے اور سب کچھ اُس کے قبضہ و تصرّف میں ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ بادشاہ ہے۔ وہ مالک ہے۔ وہ ہدایت دینے والا ہے۔ حفاظت کرنے والا ہے اور عزّت و ذلّت اُسی کے اختیار میں ہے۔ وہ سُنتا ہے اور دیکھتا ہے اور ہر ایک بات کو جانتا ہے۔ مگر وہ سُننے اور دیکھنے اور جاننے کے لئے ہماری طرح آلات کا محتاج نہیں۔ جو کچھ دنیا میں نظر آتا ہے سب اُسی کی صفات کا ظہور ہے۔ وہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اُس نے دنیا کو خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دنیا اِس مقصد کو پُورا کرے۔ اِس میں اُس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ خود دنیا کا فائدہ اور اس کی ترقی ہے۔" (ہستی باری تعالیٰ)

(باقی)

نسلی امتیاز اور اسلام کا نقطۂ نظر!

(جناب عبدالوہاب آدم امیر و مشنری انچارج احمدیہ مشن غانا)

(۲)

اسلام نہ صرف نسلی تفاخر کے خلاف ہے اور اس کی مذمت کرتا ہے بلکہ ایسے عملی اقدامات بھی اس کی تعلیم کا حصہ ہیں جو رنگ و نسل کے امتیاز کو مٹا دیتے ہیں۔

اگر دولت کو ذریعۂ افتخار و اعزاز سمجھا جائے تو دولت کے متعلق اسلام کا یہ اصول ہے کہ زمین و آسمان کی ہر شے کا مالک خدا تعالیٰ ہے۔ قدرت کی اس ودیعت کردہ بے پناہ دولت کے حقدار تمام انسان ہیں لہذا اس پر کسی ایک طبقہ کی اجارہ داری نہیں بلکہ تمام انسانوں کا مساوی حصہ ہے۔

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کی ایک صفت ربّ العالمین بیان کی گئی ہے یعنی وہ آقا تمام جہانوں کو پالتا ہے، ترقی دیتا ہے اور تکمیل کے مراحل تک پہنچاتا ہے۔ ہر مومن اللہ تعالیٰ کی یہ صفت اپنے اندر پیدا کرنے کی خواہش اور جذبہ رکھتا ہے اور وہ تمام انسانوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

اس مقصد کے حصول کی خاطر اسلام نے کچھ اقدام کئے ہیں جن میں سے ایک زکوٰۃ ہے۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو امراء پر عائد ہوتا ہے۔ اور انہیں ذہن نشین کرواتا ہے کہ ملک کی دولت پر صرف انہیں کا حق نہیں بلکہ دوسروں کا بھی اس میں حصہ ہے جس کی ادائیگی اُن پر فرض ہے۔ امراء سے زکوٰۃ لے کر غرباء میں تقسیم کی جاتی ہے۔

اسلام جبراً اور بلا معاوضہ کام لینے سے منع کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ہر شخص کو اس کی محنت کے موافق پوری اور بروقت اُجرت دی جائے اور کسی بھی وجہ سے اس کو اپنے حق سے محروم نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط (النساء آیت ۳۳)

جو کچھ مردوں نے کمایا اس میں اُن کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا

ہے اس میں اُن کا حصہ ہے۔

پھر فرمایا:۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ (النجم آیت ۴۲-۴۵)

انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ انسان اپنی کوشش کا نتیجہ ضرور دیکھ لے گا۔ اور اس کو پوری جزا مل جائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو کسی ملازم سے کام تو پورا لیتا ہے لیکن اُس کی اُجرت پُوری ادا نہیں کرتا اُسے قیامت کے دن جوابدہ ہونا پڑیگا (بخاری)

اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مزدور کو اس کی اُجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنی چاہیئے۔

اسلام ہرگز کسی ایسے نظام کی اجازت نہیں دیتا جس میں جبرًا اور بلا معاوضہ کام لیا جائے اور رنگ و نسل کی بناء پر معاشرہ کے کسی طبقہ کو اس کے جائز حق سے محروم کیا جائے۔

اسلام تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ استعدادوں کی مکمل نشوونما کا حق اور آزادی دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ (الحج آیت ۶۶)

کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین میں ہے تمہاری خدمت پر مامور کر رکھا ہے۔

اسلام دعوت دیتا ہے کہ انسان تحقیق و جستجو سے کام لے اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر اپنے فائدہ کے لئے اسے استعمال میں لائے۔ اس میں رنگ و نسل کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ بلکہ تمام انسانوں کو تحقیق و جستجو کے ذریعہ کائنات کی تسخیر اور اس سے استفادہ کرنے کے لئے برابر کا حق دیا ہے۔ یہ انصاف سے بعید ہے کہ معاشرے کے ایک حصے کو (جیسا کہ جنوبی افریقہ میں ہے) علم حاصل کرنے کے حق سے محروم کر دیا جائے۔ بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی ہی یہ نازل ہوئی تھی کہ:۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ ..... اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

(العلق آیت ۲-۶-۷)

اپنے رب کا نام لے کر پڑھ .... جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا ہے۔ اور اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔

اسلام نے ہر شخص پر خواہ وہ کالا ہو یا گورا، اعلیٰ ہو یا ادنیٰ علم کے دروازے کھلے رکھے ہیں بلکہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض کیا گیا ہے۔

اسلامی دنیا نے ابن سینا، ابن رشد، فارابی، ابن خلدون، ابن بطوطہ اور امام غزالیؒ جیسے نامور سائنسدان، فلسفی، ریاضی دان اور علوم دینیہ کے ماہرین پیدا کئے۔ یہ تمام علماء جن کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے عرب نہ تھے۔ اسلام کی اس حسین تعلیم سے علوم و فنون کی نہ صرف ترویج ہوئی بلکہ ان میں ہر لحاظ سے عظیم الشان ترقی اور وسعت ہوئی۔ خاص طور پر طب، ریاضی، علم ہیئت، فلسفہ، دینیات، تفسیات، سیاست (Philology) مابعد الطبیعات وغیرہ علوم کے یہ ماہرین مختلف خطہ ہائے ارض سے تعلق رکھتے تھے۔ عربی زبان کا مشہور لغت نویس الجوآہری ایک ترک تھا۔ اسی طرح اس کا ہم عصر ابن جامی جس نے لسانیات کو فلسفیانہ اسلوب دیا ایک یونانی غلام تھا۔ اسلام اس قسم کے نظام کو جو معاشرہ کے ایک حصہ کو ان کی خداداد استعدادوں اور صلاحیتوں سے محروم کر دے قطعاً برداشت نہیں کرتا بلکہ اسے ایک جُرم تصوّر کرتا ہے۔

اسلام نے شادی کے قابل ہر مرد و عورت کو شادی کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیم میں شادی ایک ایسا تعلق ہے جس سے انسان اخلاقی بُرائیوں اور بے اعتدالیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ نظامِ ازواج پورے معاشرے کے اخلاق کی حفاظت اور ترقی کا ذریعہ ہے اس لئے اس رشتہ کا پورا پورا احترام اور تحفظ فراہم کیا جانا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیم بڑی پیاری اور فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :-

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ (الرّوم آیت ۲۲)

اور اس کے نشانوں میں سے ایک نشان یہ بھی ہے کہ اُس نے تمہاری ہی جنس میں سے تمہارے لئے جوڑے بنائے ہیں تاکہ تم اُن کی طرف مائل ہو کر تسکین حاصل کرو اور تمہارے درمیان پیار اور رحم کا رشتہ پیدا کیا ہے۔

پس اسلام کے نزدیک شادی کا ایک مقصد سکینت کا حصول ہے اور اس کے ذریعہ دلوں میں باہمی محبت و مودّت پروان چڑھتی ہے۔

جنوبی افریقہ میں کسی بھی سیاہ فام جوڑے کیلئے شادی کے ان مقاصد کا حصول ممکن نہیں۔ کیونکہ Apartheid کے مطابق یہ ایک عام بات ہے کہ میاں بیوی تین تین سال ایک دوسرے سے جُدا رہیں۔ ان پر یہ پابندیاں محض اسلئے ہیں کہ وہ سیاہ فام ہیں۔ ان پابندیوں کی وجہ سے مائیں بغیر خاوندوں کے اپنے بچوں کی نہایت گندے اور غیر صحت مند طریق پر پرورش کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ نتیجۃً بچے پژمردگی، بے چینی، کمیٔ خوراک، والدین کی شفقت سے محرومی، متعدی امراض اور بڑی تعداد میں کم سنی کی موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے ظالمانہ نظام

کی اسلام میں ہرگز کوئی جگہ نہیں اور جس پر ہر معقول
انسان کا ضمیر ملامت کرتا ہے۔

الغرض Aparthied ہر سچے مذہب کے
نزدیک انسانیت کے چہرے پر ایک بدنما اور شرمناک
دھبّہ ہے۔ دُنیا کے تمام سنجیدہ طبع افراد کا فرض
ہے کہ وہ اِس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور اِس
مکروہ نظام کو رُوئے زمین سے صاف کر کے دم
لیں۔ اقوامِ متحدہ نے بھی اپنی متعدد قرار دادوں
میں ہمارے اِس عزم کی تائید کی ہے لیکن افسوس
ہے کہ بعض ممالک Aparthied کی مخالفت
کے دعویدار ہونے کے باوجود اپنی سیاسی اور
اقتصادی مصلحتوں کی بناء پر اقوامِ متحدہ کی قرار دادوں
کی مسلسل خلاف ورزیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور
اِس طرح اِس عالمگیر ادارہ کی اخلاقی کمزوریوں کا
باعث بن رہے ہیں۔

قرآن مجید اِس مسئلہ کے حل کے لئے جرأت مندانہ
عملی اقدام کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا
فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى
الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي
حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ ج
فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا
بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ط إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ٥ (الحجرات ۱۰)

اگر دو قومیں آپس میں لڑ پڑیں تو اُن
دونوں میں صلح کرا دو (یعنی اقوامِ عالم
کا یہ فرض ہے کہ اُن دونوں کے درمیان
لڑائی کے اسباب کا جائزہ لے کر اور
ایک دوسرے کا حق دلا کر جھگڑے کو
دُور کرنے کی کوشش کرے) پھر اگر صلح
ہو جانے کے بعد بھی ایک دوسرے کے
خلاف جنگ پر مُصر رہے (یعنی اقوامِ
عالم کے فیصلہ کو منظور نہ کرے تو پھر
تمام اقوام کا فرض ہے) تو ایسی جارح
قوم کے خلاف لڑائی کریں جب تک
وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق جنگ
سے باز نہ آجائے (یعنی پُرامن سمجھوتے
کو تسلیم نہ کر لے) اور جب ایسا کرنے
پر راضی ہو جائے تو پھر اُن کے درمیان
انصاف اور مساوات کے ساتھ صلح
کرا دو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے
والوں کو پسند کرتا ہے۔

وہ تمام اقوام جو شرف انسانی پر یقین رکھتی ہیں
اور نسلی امتیاز کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں،
اُن کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ حقیقی انصاف نہ کہ ذاتی
مفاد کی خاطر اکٹھی ہوں اور ہر ممکن دباؤ جنوبی افریقہ
کی حکومت پر ڈالیں بشمول طاقت کے استعمال کے تاکہ
وہ اپنی اِس مذموم اور شرمناک پالیسی کو ترک کر دے۔
یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ اگر اقوامِ متحدہ کے تمام اراکین

اس تعلیم پر عمل کریں جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے تو پھر خلاف ورزی کرنے والا ملک خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو مجبور ہو جائے گا کہ وہ جملہ اقوام کے دباؤ کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ مَیں پُورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ بڑی طاقتیں منافقت سے کام نہ لیتیں (جیسا کہ ایک لمحہ اس پالیسی کی مذمت کرتی ہیں لیکن دوسرے ہی لمحہ خفیہ فوجی اور اقتصادی معاہدہ کر لیتی ہیں) تو جنوبی افریقہ کبھی کا اپنی یہ مذموم پالیسی ترک کر چکا ہوتا۔

جنوبی افریقہ کے سیاہ فام افراد کے اخبارات کو بند کر دیا گیا ہے۔ ان کے ایڈیٹروں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں کہ اور اس طرح یہ سیاہ فام افراد اپنے جذبات کے اظہار سے محروم کر دیئے گئے ہیں جبکہ Black Africa یہ سب کچھ بے چارگی کے عالم میں دیکھ رہا ہے۔

تاہم خواہ کچھ بھی ہو جنوبی افریقہ پر جلد ہی آزادی کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ یہ اتنا ہی یقینی ہے جتنا کہ رات کے بعد دن کا آنا۔ مجھے ڈر ہے تو صرف اس بات کا کہ سیاہ فام اپنے جذبۂ انتقام میں حد سے نہ بڑھ جائیں۔ اس کا دارومدار اِس امر پر ہے کہ جنوبی افریقہ کے سفید فام کتنی جلدی اِن جرائم کا احساس کرتے ہوئے اِس کی تلافی کی کوشش کرتے ہیں۔

جنوبی افریقہ کی تلافی بین الاقوامی اداروں کے رویّے پر منحصر ہے۔ یہ تاثر بھی پایا جاتا ہے کہ دنیا کی سیاہ فام اقوام کو جنوبی افریقہ کے سفید فاموں کے ساتھ مذاکرات پر رضامند ہونا چاہیئے۔ اِس کے نتیجہ میں جنوبی افریقہ کی حکومت میں افریقیوں کی اہمیت کا احساس اُجاگر ہوگا اور وہ اُنہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے گی۔

بظاہر یہ خیال اچھا اور ترقی پسندانہ نظر آتا ہے کیونکہ یہ عام خیالات سے ہٹ کر ہے لیکن جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں یہ نہایت منافقانہ اور نامعقول تجویز ہے کہ جنوبی افریقہ سے باہر کے سیاہ فاموں کے ساتھ تو مذاکرات کے لئے تیار ہیں لیکن جنوبی افریقہ کے اندر بسنے والے سیاہ فاموں کو یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں اور مسلسل انکار کر رہے ہیں۔ اگر جنوبی افریقہ کے سفید فام حقیقتاً اِس گفت و شنید کے بارے میں سنجیدہ اور نیک نیت ہیں تو انہیں اپنے ہی مُلک کے سیاہ فاموں کے ساتھ مذاکرات کرنے میں کونسا امر مانع ہے؟

لمبے تجربہ کے بعد ایشیا اور افریقہ کی سیاہ فام اور رنگدار اقوام نے اِس حقیقت کو بھانپ لیا ہے کہ حقوق حاصل کئے جاتے ہیں کوئی انہیں پلیٹ میں رکھ کر پیش نہیں کرتا۔ یہ امر اپنی جگہ سو فیصد درست ہے کہ بغیر حقیقی معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی دباؤ کے جنوبی افریقہ اپنی اِس روش کو بدلنے کے لئے تیار نہیں اور سماجی بائیکاٹ اقتصادی پابندیاں اور مسلح جدوجہد نسلی امتیاز کے قلع قمع کے لئے ناگزیر ہے۔

خدا تعالیٰ قرآن مجید سورۃ البلد میں اُن لوگوں کی تعریف کرتا ہے جو اپنی دولت کو غلاموں کی آزادی اور مظلوموں کی نجات اور پسے ہوئے انسانوں کی بہتری اور ترقی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

آج جنوبی افریقہ کے سیاہ فام، زنگدار اور ایشیائی عوام کی حالت غلاموں سے بھی بدتر ہے۔ ان لوگوں کو ایسے ظالمانہ اور جابرانہ نظام سے نجات دلانے کے لیئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔

مَیں مسلم اقوام اور خاص طور پر اُن اقوام سے جو اسلامی تعلیم کے ساتھ اپنی وابستگی اور تعلق کا اظہار کرتی ہیں اور انسانی مساوات اور اس کے شرف کے علمبردار ہیں پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنا یہ اخلاقی فرض نبھائیں اور ایسا مؤثر اقتصادی اور سیاسی دباؤ ڈالیں کہ جنوبی افریقہ اپنی اس غیر انسانی پالیسی یعنی نسلی امتیاز کو ترک کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اور سیاہ فام، زنگدار اور ایشیائی لوگوں کے حقوق کو بحال کر دے۔ ایسا کرنا نہ صرف اقتصادی طاقت کا صحیح اور منصفانہ استعمال ہوگا بلکہ یہ بھی ثابت ہوگا کہ اسلام مساوات، انصاف اور حُسنِ معاملگی کا داعی اور علمبردار ہے۔

آخر میں صدرِ محترم، معزز خواتین و حضرات کا ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں ؛

مدارِ حیات

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

”اُس کے غضب کے یہ معنی ہیں کہ وہ چونکہ پاک اور قدوس ہے اِس لیئے نہیں چاہتا کہ لوگ اس کے بندے ہو کر ناپاک راہیں اختیار کریں۔ اور تقاضا فرماتا ہے کہ ناپاکی کو درمیان سے اُٹھایا جاوے۔ پس جو شخص ناپاکی پر اصرار کرتا ہے آخر کار وہ خدائے قدوس اپنے فیض کو جو مدارِ حیات اور راحت اور آرام ہے اس سے منقطع کر لیتا ہے۔“

ایک دلچسپ مطالعہ

قارئین کرام! اگر آپ اعداد و شمار کی اُلجھن سے اُکتاہٹ محسوس کرتے ہیں تو صرفِ نظر کرتے ہوئے آگے گزر جائیں۔ لیکن اگر آپ عجیب و غریب اور حیران کُن اعداد و شمار میں دلچسپی رکھتے ہیں تو یہ معلومات یقیناً آپ کی ضیافتِ طبع کا موجب ہوں گی۔

جہاں یہ اعداد و شمار اپنے اندر دلچسپی کا سامان رکھتے ہیں وہاں دیدۂ عبرت نگاہ کے لئے فکر انگیز اور سبق آموز بھی ہیں۔ یہ اعداد و شمار ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ہیں۔ یہ لوگ اپنے زعم میں اپنی تہذیب کو اعلیٰ اور تمدّن کو بے مثال گردانتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ سمندر کی گہرائیوں کے راز اور اُس کے مدفون خزانے اور خلاء کی پہنائیوں کے اسرار اور اس میں موجود قوتیں اُن کی دسترس سے باہر نہیں ہیں اور زمین کو اپنے مخفی خزائن اُگلنے پر مجبور کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی جدید سے جدید تر سائنسی کھوج اور انکشافات و ایجادات سے دُنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔

مگر کیا یہ قوم فلاح کی راہوں پر گامزن ہے یا تباہی اور ہلاکت کی غار میں گرتی چلی جا رہی ہے؟ اس کا کسی قدر اندازہ آپ کو ان اعداد و شمار سے ہو جائے گا کہ باوجود غیر معمولی مادی ترقیات کے یہ لوگ معاشرتی اور سماجی لحاظ سے پریشان اور خوف زدہ اور ذہنی و قلبی لحاظ سے بے کل و بے چین ہیں اور اپنے رب سے رُوگردانی کے نتیجہ میں اُن کی رُوحیں بے سکون و بے قرار ہیں۔ اِس اضطراب و یاسیت کے مظاہر آئے دن منصۂ شہود پر آتے رہتے ہیں۔ ایک طبقہ تو اس "ترقی یافتہ" معاشرہ کی گھٹن سے بے زار ہو کر مادر پدر آزادی کے لئے نعرہ زن ہے اور اخلاقی و سماجی اصولوں سے انحراف و بغاوت کو اپنی ذہنی سرگرانیوں اور رُوحانی بے چینیوں کا مداوا خیال کرتا ہے۔ دُکھی انسانیت کے زخموں کے اندمال کی کاوشیں انہیں ناسُور میں بدل رہی ہیں اور تعمیر میں خرابی کی صورت کارفرما ہے۔ قرآن کریم انہی لوگوں کے بارہ میں فرماتا ہے:-

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًاؕ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝

(کہف آیت ۱۰۴-۱۰۵)

تُو انہیں کہہ کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں سے

آگاہ کریں جو اعمال کے لحاظ سے گھاٹا پانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں کی تمام تر کوشش اس ورلی زندگی میں ہی غائب ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

احادیث میں ہے کہ دجال کی دائیں آنکھ بے بصیرت ہوگی اور بائیں آنکھ بہت بڑی اور روشن۔ اس کے پیش نظر اعداد و شمار کو دو حصوں یعنی دائیں آنکھ کا بے بصیرت ہونا —— یعنی اخلاقی و روحانی تنزّل اور بائیں آنکھ کا بڑا اور روشن تر ہونا —— یعنی غیر معمولی ترقیات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اخلاقی تنزّل

امریکہ میں

- ہر روز ۹۰۷۷ بچے جنم لیتے ہیں جن میں ۱۲۸۲ بچے ناجائز ہوتے ہیں۔
- ہر روز ۵۹۶۲ جوڑے شادیاں رچاتے ہیں اور ۱۹۸۶ جوڑے طلاق دے کر اس سماجی بندھن سے آزاد ہوتے ہیں۔
- ہر روز ۳۲۳۱ عورتیں اسقاطِ حمل کرواتی ہیں۔
- ہر روز ۲۷۴۰ لڑکیاں بلوغت کی عمر سے پہلے حاملہ ہو جاتی ہیں۔
- ہر روز ۶۸۴۹۳ کمسن بچے سوزاک اور آتشک کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔
- ہر روز ۲۷۴۰ کم عمر بچے اپنے گھروں سے بھاگ کر آوارہ ہو جاتے ہیں۔
- ہر آٹھ منٹ کے بعد اغوا کی واردات ہوتی ہے۔
- ہر ۷۸ سیکنڈ کے بعد ایک قتل وقوع ہوتا ہے۔
- ہر ۱۰ سیکنڈ کے بعد سیندھ لگائی جاتی ہے۔
- ہر ۳۳ سیکنڈ کے بعد ایک کار چوری ہوتی ہے۔
- ہر روز امریکی نو کروڑ Camels شراب لنڈھاتے ہیں۔
- ہر روز ۶۱ کروڑ سگریٹ پئے جاتے ہیں۔
- ہر روز تمباکو کے عادی تمباکو کے ۱۳ کروڑ پیکیجز کھاتے ہیں۔
- ہر روز تیس۳۰ لاکھ آدمی سینما دیکھتے ہیں۔
- ہر روز ۲۱۴۷۹۵ سؤروں کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

غیر معمولی مادّی ترقیات

امریکہ میں

- محکمہ ڈاک ہر روز نو کروڑ ٹکٹیں بیچتا ہے۔

۲۳ کروڑ خطوط اور
۸۳۴۰۰۰ پارسل تقسیم کرتا ہے۔

- ٹیلی فون پر ہر روز ۶۷۹۰۰۰۰۰ ٹیلی فون کالیں ہوتی ہیں۔ جن میں ۵ کروڑ کالیں بیرونِ ملک جاتی ہیں۔
- ہر روز ۱۰،۰۰۰ لوگ اپنے پہلے ہوائی سفر کے لئے جہاز پر سوار ہوتے ہیں۔
- ہر روز ۵۰۴۱ امریکی اپنی ۶۵ویں سالگرہ مناتے ہیں۔
- صرف شکاگو کی O'Hare ایئرپورٹ پر روزانہ ۵۴۷۹ Hot dogs بکتے ہیں جو ۱۲ گیلن مصالحے اور ۹ گیلن رائی میں لپٹے ہوتے ہیں۔ جو ۹۰۸ گیلن کافی کے ساتھ نوش جان کئے جاتے ہیں۔
- ہر روز ۵۶ ہزار بیکار جانوروں کو جانوروں کی پناہ گاہوں میں داخل کیا جاتا ہے۔
- ہر روز ۵۴۷۹۴۰ روپے سرکی سیکری کو دُور کرنے پر خرچ کئے جاتے ہیں۔
- ہر روز ۱۷۶۸۱۰۹۵۰ انڈے خرچ ہوتے ہیں۔
- ہر روز پچاس کروڑ پیالے کافی کے پئے جاتے ہیں۔
- ہر روز ۱۹۱۷۸۰۰۰ شوقیہ تصاویر کھینچی جاتی ہیں ÷

(خ۔ م۔ ملک)

دُعا

حضرت اقدس نے فرمایا :-

”وہ دُعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ اَور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تُند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔“

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲)

- ۲۵ شعبان ۱۳۵ھ کو مشہور عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور کے ہاتھوں ایک ایسا شخص قتل ہوا جو چھ لاکھ انسانوں کا قاتل سمجھا جاتا تھا اور اس کا نام ابومسلم خراسانی تھا۔
- بغداد میں ۵۰۹ سال تک عباسی سلطنت کا پایۂ تخت رہا لیکن کسی عباسی خلیفہ کا انتقال بغداد میں نہ ہوا۔

(مرسلہ سید سلیم احمد)

غزل

یوسف سہیل شوق
ربوہ

عمر گزاری ہم نے روتے، ہر ہر لمحہ آہیں بھرتے۔۔!
صبح ہوئی تو شام کا دھڑکا شام ہوئی تو رات سے ڈرتے

جنگل صحرا من کو بھائے، اندھیارے آنکھوں میں سمائے
روشنیوں سے دل گھبرائے، اچھی صورت دیکھ کے ڈرتے

کاجل اکھیاں نین بلائیں، جھوٹی سچی بات سنائیں
من کو پاپی روگ لگائیں، تن من دونوں آگ میں جلتے

غم کا ساگر پھوٹ پڑا ہے، دل کا شیشہ ٹوٹ چکا ہے
بھیدی گھر کو لوٹ چکا ہے، دکھ کے کالے ناگ ہیں ڈستے

تم کو اپنانے کی چاہت، کیسا دن تھا کیسی ساعت
کام نہ آیا زورِ بلاغت، اُجڑ گیا دل بستے بستے

ہر سو بکھری خون کی لالی، اُٹھی آندھی کالی کالی۔۔!
اوروں نے وہ منزل پالی، دل کے زخم پہ کھل کھل ہنستے

ہم ٹھہرے بیچارے شاعر، لفظوں کے مینار کے ماہر
حال ہمارا سب ہے ظاہر، ہار گئے تقدیر سے لڑتے

الوداعیہ و استقبالیہ

ہمارے بھائی مکرم منیر احمد چوہدری صاحب کو یکم جون ۱۹۸۰ء کو معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی اہم ذمہ داری تفویض ہوئی تھی۔ آپ سوا سال کا عرصہ ہمارے درمیان گزارنے کے بعد آج ہم سے رخصت ہو کر جا رہے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ کو خوش اسلوبی اور حُسنِ انتظام کے ساتھ یہ نازک فرائض ادا کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ اور آج جبکہ آپ ہم سے جُدا ہو رہے ہیں تو ہمارے دل جُدائی کے طبعی احساس سے اُداس ہیں۔ لیکن دوسری طرف ہمیں خوشی بھی ہے کہ آپ اِس سے بھی اہم فریضہ تبلیغ اسلام کے لئے امریکہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ میدانِ جہاد میں آپ کا جانا مبارک ہو۔ قدم قدم پر نصرتِ الٰہی آپ کے شامل حال رہے اور اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ ہو اور مقبول خدمات بجالانے کی توفیق آپ کو عطا کرے۔

ہمارے دوسرے بھائی مکرم مفتی احمد صادق صاحب اِمسال مہتمم صحتِ جسمانی کے فرائض مستعدی سے انجام دیتے رہے ہیں، آپ بھی تبلیغِ اسلام کے لئے امریکہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ ہم انہیں بھی دلی دُعاؤں سے رخصت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو اور ہر میدان میں کامیاب فرمائے۔ آمین

ہم جانے والوں سے بھی اُمید کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دُعاؤں میں نہیں بھُولیں گے۔

ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
ہر مُلک میں تمہاری حفاظت خدا کرے

ہم اِس موقع پر برادرم مکرم ملک منصور احمد عمر صاحب کو بھی خوش آمدید کہتے ہوئے مسرت محسوس کرتے ہیں جو خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں اعتماد کی نئی ذمہ داریاں سنبھال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے اور احسن رنگ میں کام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

اراکین مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ

طرزِ تغزّل

نگاہِ شوق میں حائل ترا نقاب ہوا
ترا نقاب مرے واسطے عذاب ہوا

بصد جمال درخشندہ ماہتاب ہوا
نہ تیرے حُسن کا لیکن وہ کچھ جواب ہوا

ترے حضور میں جب کوئی باریاب ہوا
وہ اپنے مقصدِ عالی میں کامیاب ہوا

نگاہِ فیض سے بخشے گئے گناہ مرے
تمہاری دید سے ہے حج کا ثواب ہوا

قدم قدم پہ تری یاد میرے ساتھ رہی
ترے ہی نام سے ہر امر انتساب ہوا

"دِل و نظر کے پرخچے اُڑے ہوئے ہیں یہاں"
تمام حشر کا موجب ترا شباب ہوا

مدام کرتے رہے احتراز صہبا سے
شرابِ عشق سے لیکن نہ اجتناب ہوا

تم آپ اپنے تقرّب کی راہ بتلاؤ
بھٹک بھٹک کے یہ آشفتہ سر خراب ہوا

تری رضا کی مجھے جستجو ہے ہر ساعت
یہی خیال مرے دل کا اضطراب ہوا

مَیں تجھ سے عفو کا طالب ہُوں در پہ سر رکھ کر
کہ قلب عرقِ ندامت سے آب آب ہوا

نہیں دوام میسّر کسی کو دُنیا میں
مآل سب کا یہاں صورتِ حباب ہوا

موعودِ وقت نے مُردوں کو زندگی بخشی
اسی کے دم سے ہے برپا یہ انقلاب ہوا

مِلا ہے گوہرِ مقصود لاجرم مجھ کو
مَیں شاد کام ہوا اور بے حساب ہوا

(محمّد ابراہیم شاد)

اخبارِ مجالس

اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

(مرتبہ: جناب محمود احمد صاحب اشرف)

- مجلس خدام الاحمدیہ اوکاڑہ نے خدمتِ خلق کی ایک اعلیٰ مثال قائم کی۔ مورخہ ۱۶/جولائی ۱۹۸۱ء کی رات کو شدید بارش کی وجہ سے شہر کی نشیبی بستیاں پانی سے بھر گئیں۔ بارش تھمنے پر مجلس خدام الاحمدیہ کے پچاس کے قریب خدام و اطفال ان بستیوں میں پہنچے اور تقریباً پانچ گھنٹے مسلسل کام کر کے پانی میں گھرے ہوئے مکانوں سے سامان نکالا۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے دن بھی خدام نے نہایت جانفشانی سے کام کیا۔ ایک فوری اجلاس میں متاثرین کی امداد کا جامع پروگرام بنا کر سب سے پہلے ۱۰۶۸ روپے جمع کر کے اشیائے خوراک کا انتظام کیا گیا۔ اسی طرح مجلس کے ایک ڈاکٹر اور چھ کوالیفائڈ ڈسپنسرز نے اپنی خدمات شہر کی انتظامیہ کو پیش کیں۔
- مجلس خدام الاحمدیہ ملتان چھاؤنی نے مورخہ ۱۲/جولائی ۱۹۸۱ء کو یومِ تبلیغ منایا اور اس روز ۴۵ افراد کو پیغامِ حق پہنچایا گیا۔
- مجلس خدام الاحمدیہ ملتان شہر نے مورخہ ۲۴/جولائی ۱۹۸۱ء کو اجتماعی طور پر روزہ افطار کرنے کے بعد ایک تربیتی اجلاس منعقد کیا۔
- مجلس خدام الاحمدیہ لاس اینجلس کیلیفورنیا کے زیرِ اہتمام امریکہ کے مغربی ساحل کی مجالس خدام الاحمدیہ کا پہلا سالانہ اجتماع ۲۴/مئی ۱۹۸۱ء کو منعقد ہوا۔ اجتماع میں ۶۲ خدام اور ۳۰ اطفال شریک ہوئے۔ مجلس لاس اینجلس کی حاضری سو فیصد رہی۔ اجتماع کا افتتاح مکرم سید میر محمود احمد ناصر نے فرمایا۔ اپنی تقریر میں آپ نے اُن ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی جو غلبۂ اسلام کے لئے ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ اجتماع میں تقاریر اور عام دینی معلومات کے انعامی مقابلہ جات کے علاوہ چند کھیلوں کا انتظام بھی تھا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ مجلس لاس اینجلس نے گزشتہ تین ماہ ہوئے باقاعدگی سے کام کا آغاز کیا ہے۔
- مجلس خدام الاحمدیہ کوپن ہیگن ڈنمارک

کا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۵، ۱۶ مئی ۱۹۸۱ء کو منعقد ہوا ـــــ جس میں ڈیڑھ صد کے قریب احباب شامل ہوئے۔ دورانِ اجتماع تربیتی تقاریر کے علاوہ کئی علمی و ورزشی مقابلہ جات کا اہتمام کیا گیا تھا ؎

قراردادِ تعزیت

یہ خبر ہمارے لئے افسوس ناک ہے کہ ہمارے بھائی مکرم قمر احمد شمس صاحب مہتمم امور طلباء کے والد محترم ملک خورشید احمد صاحب آف وہاڑی مورخہ ۳ اگست کو لودھراں میں وفات پاگئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم نہایت مخلص احمدی تھے اور خلافت کے شیدائی تھے۔ ۴ اگست ۱۹۸۱ء کو مرحوم کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ مکرم قریشی فضل حق صاحب نے مسجد مہدی کے سامنے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا یہ اجلاس مکرم ملک خورشید احمد صاحب مرحوم کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کرتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین ؎

ہم ہیں ممبران مجلس عاملہ مرکزیہ
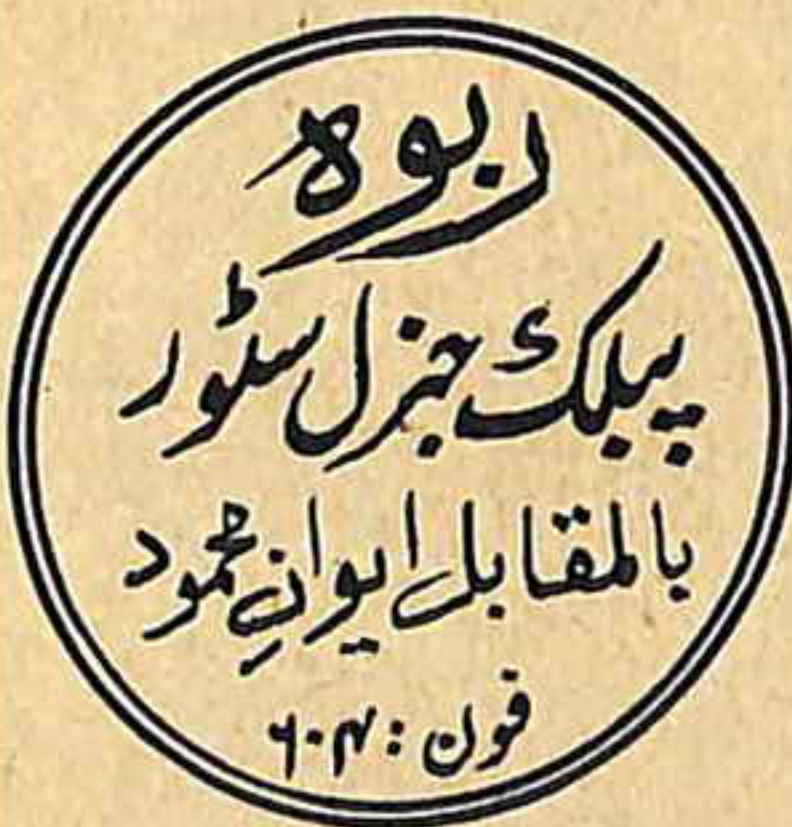
محترم نائب صدر صاحب کا دورۂ بیرونی ممالک

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر محترم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب اپنے بیرونی ممالک کے دورہ کے آخری مراحل میں ہیں۔ آپ کی طرف سے آمدہ رپورٹوں سے مظہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ دورہ ہر جہت کامیاب اور نیک اثرات کا حامل ثابت ہو رہا ہے۔ اس کے جو نتائج سامنے آرہے ہیں بڑے خوشکن اور حوصلہ افزا ہیں اور توقع ہے کہ بیرونی ممالک کی مجالس اپنی تنظیم اور اپنی کارکردگی اور اپنے نتائج کے لحاظ سے بلند مقام اور معیار حاصل کر لیں گی۔ اور ان مجالس میں اس دورہ کے نتیجہ میں زندگی کی جو لہر پیدا ہوئی ہے مجالس اس حرکت کو آگے بڑھائیں گی۔

اس سفر کی دو اغراض تھیں۔ پہلا اور اہم مقصد بیرون ملک مجالس خدام الاحمدیہ کی تنظیم نو کا تھا اور دوسرا مقصد اٹلی اور جنوبی امریکہ میں دو مساجد کی تعمیر کیلئے چندہ کے وعدہ جات اور وصولی کا کام تھا۔ خدام کو یاد ہوگا کہ پندرھویں صدی کے استقبال کے موقعہ پر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے دو مساجد کی تعمیر کا نذرانہ پیش کیا تھا جو حضور نے ازراہ شفقت قبول فرما کر اپنے خدام کیلئے عظیم سعادت کا موقعہ فراہم فرمایا تھا۔

جہاں تک مجلس کی تنظیم نو کا تعلق ہے یہ نہایت اہم مسئلہ ہے جو وقت کا تقاضہ ہے۔ بیرونی ممالک میں مجالس کی عالمگیر پیمانہ پر ٹھوس بنیادوں پر تشکیل کے نہایت ہی اہم اور دُوررس نتائج کے حامل عظیم مقصد کے لئے مجلس مرکزی نے فیصلہ کیا کہ محترم نائب صدر صاحب کو اس مقصد کی خاطر بیرون ملک بھجوایا جائے تاکہ وہ ہر ملک کی ضرورت کے مطابق وہاں کے حالات و واقعات کو سامنے رکھ کر لائحہ عمل تجویز کریں اور مجالس میں زندگی کی لہر پیدا ہو۔ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے سلسلہ میں فوری توجہ کے مستحق امور یہ تھے کہ ان ممالک میں

۱۔ تمام مجالس کے خدام کی تجنید مکمل کی جائے۔

۲۔ مقامی، علاقائی اور ملکی سطح پر عہدیداران کی نئی تقرری اور ضروری تبدیلیاں کی جائیں۔

۳۔ مجالس کے گزشتہ کاموں کی رپورٹ حاصل کی جائے اور اس کی روشنی میں کام کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے ہدایات دی جائیں۔

۴۔ آئندہ مرکز سے مؤثر اور مضبوط رابطہ کے لئے رپورٹوں کی بروقت ترسیل اور مرکز کے خطوط کے جواب میں باقاعدگی اور تیزی پیدا کی جائے۔

۵۔ بجٹ کی تشخیص (تجنید کے مطابق) اور اسکی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جائے اور حسابات کا مکمل ریکارڈ رکھنے کا طریق کار تجویز کر کے بتایا جائے۔

۶- ہر ملک کے حالات کے پیشِ نظر نسبتاً مختصر لائحہ عمل تجویز کرنا اور اس کے نفاذ کیلئے ضروری ہدایات۔

۷- خدام الاحمدیہ کے تحت شائع ہونے والے رسائل کی خریداری اور بچوں کے لئے شائع کردہ کتب سے استفادہ کی طرف توجہ دلائی جائے۔

یہ کام بڑی توجہ اور وقت کا طالب تھا مگر محترم نائب صدر صاحب نے اس کم وقت میں نتائج کے لحاظ سے بڑا وقیع اور اعلیٰ کام کیا ہے۔

آپ نے یورپ و امریکہ کے ممالک کا دورہ کیا ہے جس میں تنظیمی اور تربیتی امور کی اصلاح اور ترقی، تعمیر مساجد کے چندہ کی تحریک کے سلسلہ میں آپ نے اجتماعی اجلاسات کے علاوہ خدام کے ساتھ فرداً فرداً ان کی رہائش گاہوں پر جا جا کر بھی رابطہ کا کام مکمل کیا۔ آپ کے اس دورہ کے دوران ان ممالک میں تین درجن سے زائد اجتماعات ہوئے۔ ایک صد سے زائد اجلاسات منعقد ہوئے اور یاد دہانیوں کے طور پہ بارہ ہزار خطوط سپرد ڈاک کئے گئے۔ ساڑھے تین صد کے قریب ٹیلی گرامز بھجوائی گئیں۔

۱۵ ستمبر تک مساجد کی تعمیر کے چندہ کی وصولی ایک لاکھ بانوے ہزار تین صد سولہ پونڈ سٹرلنگ ہوئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ جن ممالک کی مجالس ہائے خدام الاحمدیہ نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے ان کے نام ادائیگی کی شرح کے لحاظ سے بالترتیب یہ ہیں:

۱- سوئٹزرلینڈ۔
۲- ناروے۔
۳- امریکہ۔　　۴- کینیڈا
۵- انگلستان۔　　۶- سویڈن
۷- ڈنمارک۔　　۸- ہالینڈ
۹- جرمنی۔　　۱۰- سپین

مندرجہ بالا ممالک میں سے جن مجالس نے نمایاں قربانی پیش کی ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱- ڈیٹرائٹ (امریکہ)
۲- ایسٹ لندن (انگلستان)
۳- لاس اینجلیز (امریکہ)
۴- آکسفورڈ (انگلستان)
۵- لیمنگٹن سپا (انگلستان)
۶- نیو امبرگ (مغربی جرمنی)
۷- کولن (مغربی جرمنی)

محترم نائب صدر صاحب کی رپورٹ کے مطابق کئی نئی نئی جگہوں پر مجالس کا قیام اور عہدیداران کی تقرری اور تنظیمی پیش رفت ہوئی ہے جس کی رپورٹ آئندہ (مزید تفصیلات کے ساتھ) شائع کی جائے گی انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ان سب مجالس کے عہدیداران اور خدام کو جزائے خیر دے اور مزید قربانیوں کی توفیق بخشے۔ آمین

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

"مجھے دیکھتا جو نہیں ہے تو یہ تیری نظر کا قصور ہے!"

(دُرِّ ثمین، کلامِ محمود اور دُرِّ عدن سے قارئین کے پسندیدہ اشعار)

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما!

(حبیب الرحمٰن زیروی۔ ربوہ)

اِک بڑی مدّت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

(منوّر احمد نعیم۔ لاہور)

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمالِ یار کا

(خورشید احمد جاوید۔ لاہور)

نہ مے رہے نہ رہے خُم نہ یہ سُبُو باقی
بس ایک دل میں رہے تیری آرزو باقی

(پرویز احمد پرواز)

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

(مشتاق احمد سحر)

نکلیں تمہاری گود سے پل کر وہ حق پرست
ہاتھوں سے جن کے دین کو نصرت نصیب ہو

(مدثر احمد خان - ربوہ)

ترے دل میں میرا ظہور ہے ترا سر ہی خود سرِ طور ہے
تیری آنکھ میں میرا نور ہے مجھے کون کہتا ہے دور ہے
مجھے دیکھتا جو نہیں ہے تو یہ تیری نظر کا قصور ہے

(سیّد نسیم احمد)

دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(سیّد اسد احمد)

محمود عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو روح میری سجدہ میں اور سامنے خدا ہو

(فرخ احمد کامران)

Monthly **KHALID** Rabwah

REGD. NO. L 5830 | Editor : KHALID MASOOD | October 1981